خطباتِ رہبرِ معظم

آیت اللہ العظمیٰ امام سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی

اخلاقی و معنوی نصائح سے معمور

خطباتِ رہبرِ معظمؒ

مرجعِ عالم، ولی امرِ مسلمین، رہبرِ معظم

حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام سیّد علی خامنہ ای مدظلہٗ العالی

مترجم

سیّد بلال حیدر کاظمی

مصحح

پروفیسر مظہر عباس چودھری

ناشر

ادارہ منہاج الصالحینؒ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 35425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب : خطبات رہبر معظم

خطبات : آیت اللہ العظمیٰ امام سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی

مترجم : سید بلال حیدر کاظمی

مصحح : پروفیسر مظہر عباس چودھری

پیش کش : ریاض حسین جعفری، فاضل قم

پروف ریڈنگ : معصومہ بتول جعفری - اسد علی ڈار

فنی تعاون : زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

تزئین : محمد عمران جعفری، عمران چودھری

اشاعت : جولائی 2012ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20- غزنی سٹریٹ- اُردو بازار- لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

یہ کتاب

فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام امام صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف

کی خدمتِ اقدس میں

تقدیم کی جاتی ہے

اس دعا کے ساتھ کہ

خداوند اُن کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔

maablib.org

ترتیب

تقویٰ کے معنی	17
متقین کی عاقبت	18
تقویٰ، زندگی کے تمام شعبوں میں مؤثر	19
تقویٰ کے ذریعے انسان کی صراطِ مستقیم پر چلا	19
تقویٰ تمام برکات کا سرچشمہ	22
تقویٰ کے ذریعے ہی قدرتِ خدا کا حصول	23
اِخلاص کے معنی	27
اِخلاص: اہم ترین اسلحہ	28
اسلامی انقلاب کی بقا اور دوام کا سرچشمہ صرف اِخلاص ہے	29
اِخلاص اور ایثار ہی اسلامی انقلاب کے موجد ہیں	30
ارادہ اور ایمان ہر طرح کے اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتا ہے	31
اِخلاص اور قربِ خدا: امام خمینیؒ کی کامیابی کا راز	31
ہمیں چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام سے اِخلاص کا درس حاصل کریں	32
انسان کے لیے تاریکی اور جہالت سے نکلنے کا واحد راستا نماز	35
نماز سکونِ قلب کا باعث ہے	35
اہتمامِ نماز	37
نماز: دین کا ستون	37
انسان کو ہمیشہ نماز کی ضرورت ہے	38
عبادتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	40
اَخلاقی انقلاب	42
مسائلِ بشر	42
معاشرے کے بنیادی ستون	43
طالبِ علم اور خودسازی	43

○ اخلاق، تمام امور کی بنیاد 44
○ راہِ امام خمینیؒ 45
○ انسانی کمال خواہشاتِ نفسانی...... 45
○ تحولِ اخلاق جوانوں کے لیے...... 45
○ انقلاب، معنویات اور...... 46
○ اخلاق، بعثت پیغمبر اکرمؐ کا...... 48
○ اخلاقِ حسنہ 48
○ اخلاق کے اثرات وثمرات 49
○ معنویت اور اخلاق سے عاری...... 50
○ ایمان کی علامتیں 52
○ اسلامی انقلاب کے عوامل 54
○ ہمارے معاشرے کی سعادت...... 58
○ خدا پر ایمان اسلامی فوج کا امتیاز 59
○ خدا کے ساتھ رابطے کی برقرار...... 61
○ ایمانی قوت کے مقابل...... 61
○ نصرتِ خدا اور مومنین پر اعتماد 62
○ اسلام پر ایمان 63
○ اسلامی انقلاب اور خدا پر ایمان 64
○ قربتِ خدا اور ہماری اسلامی...... 65
○ حیاتِ طیبہ اور اسلام 67
○ اسلام اور حیاتِ طیبہ 68
○ اسلام میں انسانی رشد وکمال...... 69
○ اسلام کسی ایک زمانے سے...... 71
○ اسلام اور عالمِ اسلام کے مسائل 72
○ اسلام باعث عزت وافتخار 73
○ اسلامِ محمدیؐ اور امریکی اسلام 73
○ اسلام کی عادلانہ حاکمیت 75
○ انسانیت کو اسلامِ محمدیؐ کی ضرورت 75
○ اسلامی انقلاب اور دنیا کی بیداری 75
○ بندہ خدا بندہ انسان نہیں ہوسکتا 76
○ صرف مذہب اسلام ہی موجودہ...... 77
○ اسلام محورِ اصلی 78
○ اسلامی معاشرہ لوگوں کی عزت...... 78
○ مستقبل کا دور اسلام کا دور 80
○ اسلام مسلمانوں کی خودشناسی...... 80
○ ہمارا سب کچھ اسلام کی برکت سے 81
○ اسلام، مسلمان قوموں کی راہِ نجات 82
○ اسلامی انقلاب یعنی صالح افراد...... 83
○ احکامِ اسلامی کی پیروی 83
○ اسلامی برکات 83
○ اسلامی عالمی استکبار کا شدید مخالف 83
○ قربِ خدا اور توکلِ خدا 84
○ اسلامی انقلاب کی بنیاد الٰہی اقدار پر 85
○ معنویت اور نظامِ جمہوری اسلامی 86
○ استغفار 89
○ غفلت استغفار کی راہ میں...... 94
○ غرور وتکبر استغفار کی راہ میں...... 95
○ دعا، ایمان کو قوی بنانے والی...... 95

عرضِ ناشر

زہے نصیب کہ ہمیں علوم آلِ محمدؐ کی تحقیق، تدقیق اور نشرواشاعت کے لیے، باوجود اپنی کم مائیگی کے چُن لیا گیا اور ہماری سانسیں وقفِ مودّت ہوگئیں۔ یقیناً ایسا اُس وقت ہوتا ہے جب یہ کریم خاندان اپنا دستِ کرم بڑھا دیتا ہے۔

لَا رَیب یہ پورے کا پورا خاندان (یعنی خاندانِ عصمت و کرامت) اولیاء اللہ پر مشتمل ہے بَل کہ یہ سب کے سب یداللہ، وجہ اللہ، عین اللہ، اذن اللہ اور صبغۃ اللہ ہیں۔ چناں چہ جو اِن کے حصنِ ولایت میں آجائے، جس پر ان کا دستِ شفقت سایہ فگن ہوجائے، جس پر ان کی صورتِ فروزاں کی چھوٹ پڑ جائے، جس پر ان کی نظرِ کرم ہوجائے، جس پر ان کی ساعتِ قدسی وا ہوجائے، جس کو یہ اپنے رنگ میں رنگ لیں وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو اپنے قبیلے میں شامل کرلیتے ہیں اور پھر اِن کی طرح اِن کے شیفتگان بھی واصل باللہ اور فانی اللہ ہوجاتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی نیابتِ عصمت اور ولایتِ فقیہ ہے۔

رہبرِ انقلابِ اسلامی حضرت آیت اللہ العظمٰی السید روح اللہ الموسوی الخمینی رضوان اللہ علیہ کے جانشینِ حقیقی ولیِ امرِ مسلمین، مرجعِ شیعانِ جہاں، رہبرِ معظم حضرت آیت اللہ العظمٰی سید علی الحسینی خامنہ ای مدظلہ العالی کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے بھلا کون واقف نہیں؟ اسلامی جمہوری ایران کے منصبِ صدارت پر دو دفعہ فائز رہنے والی یہ ہستی آج پورے عالمِ اسلام کے رہبرِ کبیر کی حیثیت سے شب و روز سربلندیِ اسلام کے

لیے کوشاں ہے۔

صد شکر کہ ہمیں مقامِ معظم رہبری کے استفتاءات (توضیح المسائل) شایانِ شان طریقے سے شائع کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ علاوہ ازیں "شخصیت امیرالمومنینؑ" بھی زیرِ طبع ہے اور اب یہ تیسری کتاب شائع کرنے جا رہے ہیں جنھیں آغا کے اَخلاقی و معنوی نصائح کا نام دیا گیا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب آپ کے خطبات یا خطبات کے اقتباسات پر مبنی ہے، جو آپ نے مختلف مواقع پر دیے ہیں، لہٰذا ہم نے اسے خطباتِ رہبرِ معظم کا نام دیا ہے۔ مزید یہ کہ کتابِ ہٰذا کا اُردو ترجمہ نہایت عام فہم اور سلیس بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ رہبرِ معظم کے افکار ہر خاص و عام کے ذہن نشین ہو سکیں۔

آخر میں اس امر کے اظہار پر بھی مفتخر ہوں کہ رہبرِ معظم نے مجھے معمم بنایا (یعنی عمامہ قبلۂ معظم ہی نے پہنایا)۔ یہ عزت افزائی مجھے حقیر کے لیے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔ میں نے حضرت کے خطبات سے پہلے اُن کے احوال پر مبنی ایک سوانحی مضمون بھی شاملِ کتاب کیا ہے۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت رہبرِ معظم کو عمرِ دراز عطا فرمائے اور اُن کا سایۂ ہما تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ ملکِ ایران تعمیر و ترقی اور عالمی سطح پر حق پرستی کے جس مشن پر رواں دواں ہے اُس میں کامیاب و کامران ٹھہرے اور شیعانِ جہاں حقیقی اسلامی نظام کو دنیائے عالم میں نافذ کرنے کے لیے امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف کے ظہور میں اپنے جذبہ و عمل سے تعجیل کا باعث بن سکیں۔

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری

(فاضل قم)

احوال و آثار مع تحسین و تبریک

حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی ۱۳۱۸ھ شمسی کو مشہدِ مقدس میں ایک علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ بزرگوار آیت اللہ آقاے حاج سید جواد مشہد کے مشہور فقہا، برجستہ علما اور مجتہدین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ ایک عرصہ تک مسجد گوہر شاد میں نماز باجماعت پڑھاتے رہے۔

آپ کا آبائی قصبہ خامنہ ہے جو ایران کے مشہور شہر 'تبریز' کے مضافات میں واقع ہے۔آپ کی والدۂ ماجدہ آقا سید ہاشم نجف آباد (میردامادی) کی بیٹی تھیں۔ آپ ایک پاک دامن اور مسائل شرعی سے آگاہ خاتون تھیں۔ آپ نے ڈپلومہ تک دنیاوی تعلیم حاصل کی۔ اس دوران میں آپ نے حوزوی دروس شروع کیے تو اپنی والدہ سے شرح امثلہ پڑھی۔ صرف میر اور تصریف اپنی والدہ سے پڑھی۔ صمدیہ، سیوطی اور ایک مقدار مغنی مدرسہ سلیمان خان سے پڑھیں۔

شرائع الاسلام میں آپ نے اپنے والد کے دروس میں شرکت کی۔ پھر آپ نے آیت اللہ العظمیٰ میلانی کے درسِ خارج میں شرکت فرمائی۔ آپ ۱۳۳۶ھ میں زیارات کے قصد سے عراق تشریف لے گئے۔ آپ حوزہ علمیہ نجف کے روحانی و علمی ماحول سے متاثر ہو گئے، لہٰذا آپ نے نجف ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا۔ تھوڑی دیر گزری نہ تھی کہ آپ کے والد نے آپ کو مشہد واپس بلا لیا۔ سال ۱۳۳۷ھ میں اپنے والد کی اجازت سے عازمِ قم المقدسہ ہوئے۔ آپ ۱۳۴۳ھ تک تحصیل علم کے لیے قم میں مقیم رہے۔

آپ اپنے والد بزرگوار کی بیماری کی وجہ سے مشہدِ مقدس واپس پلٹ گئے۔

آپ ۱۳۵۶ھ تک مکاسب، کفایہ، تفسیر اور عقائد کے دروس لیتے رہے۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں آیت اللہ العظمیٰ سید خوئی، آیت اللہ العظمیٰ شاھرودی، آقای میرزا باقر زنجانی مرحوم، آیت اللہ العظمیٰ میرزا حسن یزدی، آقای سید یحییٰ یزدی، آیت اللہ العظمیٰ محسن الحکیم، آیت اللہ العظمیٰ آقای میرزا حسن بجنوری، آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی ہیں۔ فلسفہ کی مشہور کتاب اسفار اور شفا آپ نے آیت اللہ العظمیٰ آقای سید طباطبائی سے پڑھی۔

والدہ آپ کو عمامہ باندھتی تھیں

آپ کی والدہ ایک روحانی خاتون تھیں، لہٰذا وہ خود مقامِ معظم رہبری کا عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ۱۳ سال کی عمر میں سر پر عمامہ باندھتے تھے، اور عبا قبا زیب تن کرتے تھے۔

خوئے مطالعہ

آقای خامنہ ای فرماتے ہیں: مجھے بچپن میں مطالعہ کرنے کی عادت تھی۔ تاریخ، ادبیات، اشعار اور تاریخی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ آپ (بشمول آپ کے) آٹھ بہن بھائی تھے۔ آپ کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سے تین بیٹیاں تھیں اور دوسری سے چہار بھائی اور ایک بہن تھی۔

آپ دو دفعہ اسلامی جمہوری ایران کے عہدۂ صدارت پر فائز ہوئے۔ حضرت امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد آپ جانشین کے طور پر چن لیے گئے۔ آج آپ ملت اسلامیہ کی رہبری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

یہ کتاب آپ کے خطبات پر مشتمل ہے، جو آپ مختلف مواقع پر دیتے رہتے

ہیں۔ آپ گاہے بہ گاہے نماز جمعہ تہران میں پڑھاتے ہیں۔ لاکھوں کا مجمع آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔

سلاست و روانگی

آقائے خامنہ ای چونکہ اہل فارس ہیں، اور آپ کو فارسی، عربی ادب پر عبور حاصل ہے۔ جب آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہوتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ آپ کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ آپ جملات کی تراکیب اور اضافت میں خوب صورت الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں۔ الفاظ کا دروبست اور چناؤ نہایت عالی ہوتا ہے۔ تجزیہ و تحلیل کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔ پچھلے ہفتہ حزب اللہ لبنان کے صدر علامہ سید حسن نصراللہ مدظلہ العالی نے فرمایا ہے: معاصر علمائے کرام اور مجتہدین عظام میں تجزیہ و تحلیل کرنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

دیانت وشرافت

میں حال ہی میں زیارات عالیہ سے مشرف ہوکر آیا ہوں۔ میں نے دوران سفر ٹیکسی ڈرائیوروں، دکان داروں، علما، مزدوروں، ہر طبقہ سے آپ کے بارے میں سوالات کیے۔ آخر ۳۴ سال بیت گئے، آپ کی ذات عالیہ پر لوگوں کو اعتراضات ہوں گے، لیکن سب نے آپ کی دیانت وشرافت کی قسمیں کھائیں۔ اور اکثر نے تو کہا کہ آپ کی شخصیت میں امام خمینیؒ کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ کردار کی عظیم بلندیوں پر فائز ہیں۔ آپ سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ سادہ خوراک کھاتے ہیں، بیت المال کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ ایرانی عوام اپنے رہبر کے فرمان پر مرمٹنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ رہتے ہیں۔ آپ کو اُمور مملکت چلانے کا وسیع تجربہ ہے۔ امریکہ و اسرائیل کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں۔

یقینِ محکم

آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقینِ محکم ہے۔ آپ دنیا کی کسی طاقت سے گھبراتے نہیں۔ دنیا کے اندر ایران ایک واحد ملک ہے جو پالیسیاں ترتیب دینے میں کسی کا محتاج نہیں۔ کہیں سے ڈکٹیشن قبول نہیں کرتا۔ اس لیے آپ کی رہبری میں ایران پابندیوں کے باوجود روبہ کمال ہے اور تھوڑے عرصہ میں ہر چیز اپنی بنا رہا ہے۔

ادارہ منہاج الصالحین کے محقق اور دانشوران نے فیصلہ کیا ہے کہ آقائے خامنہ ای کے خطباتِ عالیہ اور تحریر کردہ کتب کو اُردو زبان میں پوری شان و شوکت کے ساتھ شائع کیا جائے، تاکہ اُردو خوان آپ کے اقوال و ارشادات اور خطبات سے استفادہ کر سکیں۔ آپ کی سیرت پر ایک مبسوط کتاب چھاپنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سے ہماری قوم کو آپ کی زندگانی کے اہم نقوش پڑھنے کو ملیں گے۔

اللہ رب العزت ملکِ ایران کے اس ترقیاتی سفر کو مزید آگے بڑھائے اور ایران دُنیائے عالم میں ایک عظیم ترین قوت بن جائے۔ یقیناً یہ سب آقائے رہبر کی قیادت میں ممکن ہے اور مستقبل قریب میں ہمارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو کر رہے گا۔

خادم مذہب حقہ
ریاض حسین جعفری، فاضل قم

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید سعید فطر کے خطبوں میں
سیلاب کے متاثرین پاکستانیوں کے بارے میں
ولی امرِ مسلمین، رہبرِ معظم انقلابِ اسلامی
حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کے ارشادات

ولیِ امرِ مسلمین، رہبرِ معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام سید علی خامنہ ای نے نمازِ عیدِ سعید فطر کے خطبوں میں ارشاد فرمایا:

''عالمی اور علاقائی مسائل میں، ایسے مسائل بہت زیادہ ہیں جو اُمت اسلامیہ کے لیے اہم ہیں لیکن سب سے زیادہ فوری نوعیت کا مسئلہ پاکستان کا سیلاب ہے۔ ظاہراً تو یہ سیلاب ہے لیکن درحقیقت ایک بہت بڑی بلا ہے۔ اُمت اسلامیہ کی ایک مومن قوم پاکستانی قوم کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔ مختلف قسم کے مسائل میں یہ قوم پیش رو اور پیش قدم رہی ہے۔ یہ قوم دین داری، دینی غیرت وحمیت اور شریعت کی پابندی کے اظہار سے وجود میں آئی ہے۔ آج یہ قوم ایک مصیبت میں مبتلا ہے۔ پاکستان کے شمال سے جنوب تک دریائے سندھ کے طویل راستے میں بہت بڑی طغیانی سے، بارش کے طوفان سے یہ جو بہت بڑا سیلاب آیا ہے، اس نے لوگوں کی زندگی کو بالکل درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہزاروں گاؤں برباد ہو چکے ہیں۔ تمام کھیتیاں اور باغات جو اس قوم کی معیشت، اُمید اور برآمدات و دولت کے حصول کا سرمایہ تھے، نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ ہزاروں سکول، مدرسے، مساجد، امام بارگاہیں،

اس طویل دریائی راستے پر بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے، دریائے سندھ کا عرض قریب قریب ڈیڑھ دو کلومیٹر ہے اور دوسرے دریاؤں کے ساتھ سنگم پر تقریباً ۹۰ کلومیٹر علاقے میں پانی جمع ہو چکا ہے۔ زندگی کا تمام کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ گھربار، مال مویشی تباہ ہو چکے ہیں اور تمام امیدوں پر پانی پھر چکا ہے۔ اندازوں اور تخمینوں کے مطابق، اس سیلاب سے پاکستان کو تقریباً ۴۰ سے ۵۰ ارب ڈالر مالیت کا نقصان پہنچا ہے۔ دو کروڑ لوگ بے گھر اور بے در ہو چکے ہیں۔ کئی ہزار جاں بحق ہو چکے ہیں۔ بچے، نوجوان، عورتیں، بوڑھے اور معذور افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ ان لوگوں کو آج پینے کے پانی اور خوراک و لباس کی ضرورت ہے۔ پناہ گاہوں اور تمام ضروریاتِ زندگی کی ضرورت ہے۔ ملت پاکستان نے ایسی حالت میں بھی روزے رکھے۔ آج عید فطر، اجتماع اور اُمت اسلامیہ کا دن ہے۔ ہمارے عوام کو ہمت دکھانی چاہیے، اسلامی جمہوریہ ایران کی حکومت نے امداد بھیجی ہے۔ بعض لوگوں نے امداد دی ہے لیکن یہ کافی نہیں۔ ہمیں زیادہ مدد کرنی چاہیے۔ ہم سب کا فرض ہے۔ ہمارے مومن بھائی، ہمارے مسلمان بھائی وہاں اتنی بڑی مصیبت سے دوچار ہیں۔ میرا یہ خطاب صرف آپ ملتِ ایران سے خطاب نہیں، بلکہ تمام دنیائے اسلام سے، تمام قوموں سے ہے۔ تمام اسلامی ممالک کے مسلمانوں سے، کانفرنس اسلامی او آئی سی سے خطاب ہے، سبھی کو ہمت کرنی چاہیے، مدد کرنی چاہیے۔ کیا کچھ رقم، ایک دو ارب جو جمع ہوئی ہے اس قوم کی عظیم ضرورت کے لیے کافی ہے؟ اس سے کچھ پورا نہ ہوگا۔ پاکستان پر سخت ضرب لگی ہے۔ ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے ہمیں مدد کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی مدد کرنے کی توفیق دے، جتنی بھی مدد کر سکتے ہیں کریں، یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

(عید فطر، ۱۰ ستمبر ۲۰۱۰ء)

مقدمہ

یہ کتاب ایک ایسی شخصیت کی گفتگو پر مبنی نصیحتوں کا مجموعہ ہے جو مجتہد جامع الصفات ہے، سیاست دانِ سیاست علویؑ ہے، غازی میدانِ جنگِ ایران و عراق ہے، (عظیم) فلسفی و مدرس ہے، نیز علما پرور اور شجاع ہے۔

اس کتاب کی خاص باتوں میں اوّلین بات یہ ہے کہ اس میں اسلام کے ظاہری احکام (احکامِ فقہی) کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا بلکہ اسلام کی روحِ اصلی کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے جو درحقیقت اسلام کا اصلی ہدف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کے اذہان میں شاید یہ شبہ ہو کہ ان سب احکاماتِ الٰہی و اَخلاقی پر عمل کرنا سوائے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کسی سے ممکن نہیں! لہٰذا آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی نے ہر بحث کے بعد امام خمینیؒ کے اعلیٰ کردار سے مثال پیش کی ہے تاکہ یہ شبہ بھی رفع ہو جائے اور سمجھ میں آ جائے کہ ان اَخلاقی احکام پر عمل کرنا معصومین علیہم السلام سے مختص نہیں ہے بلکہ ہم جیسے عام انسان بھی اگر ان احکامات پر عمل کریں تو اُن کے اثر سے بہت بڑا انقلاب برپا کر سکتے ہیں اور امام خمینیؒ کی مثال پیش کرنے کی وجہ شاید یہی ہے کہ اہلِ بیتِ عصمت و طہارت علیہم السلام کے بعد عالمِ اسلام میں یہ وہ واحد شخصیت ہے کہ جو ایران ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا چاہے اسلامی، غیر اسلامی، دوست، دشمن، سب کے نزدیک اَخلاقی و سیاسی اعتبار سے مسلّمہ ہے، خصوصاً مسلمانوں کے تمام فرقے امام خمینیؒ کی عالی مقام شخصیت کے قائل ہیں۔

تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ کتاب فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر ہو کر لکھی گئی ہے، یعنی اسلام کی روح اصلی موضوعِ گفتگو ہے کہ جو تمام فرقوں میں یکساں ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ انقلابِ اسلامی ایران کے اصلی عوامل کی شناسائی کی گئی ہے، یعنی اُن علتوں کو بیان کیا گیا ہے کہ جن کی مدد سے انقلابِ اسلامی وجود میں آیا۔

پانچویں اور آخری خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ماضی کے دبیز پردوں کو ہٹا کر اگر تاریخ انقلاب سے آشنائی کروائی گئی ہے تو وہاں مستقبل میں درپیش خطرات سے آگاہی بھی دی گئی ہے۔ اور ہر مسئلے کا بیان ہی نہیں، حل بھی پیش کیا گیا ہے۔

صد صفحات پر مشتمل یہ مختصر کتاب اتنی خصوصیات کو سمیٹے درحقیقت دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ کام سوائے تائیدِ الٰہی کے حاصل ہونے کے ممکن نہیں۔

جملۂ آخر اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب، انقلابی کتاب نہیں بلکہ انقلاب ساز کتاب ہے، مسلمان ساز ہی نہیں انسان ساز لائحہ عمل ہے۔☆

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عمران رضا انصاری

☆ یہ مقدمہ اَغلاط سے مملو تھا جس کی بہ وقت اصلاح کی گئی ہے۔ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ یہ تصنیفی کاوش ہرگز نہیں بلکہ خطبات سے تالیف شدہ ہے۔ (ادارہ)

maablib.org

فصلِ اوّل

تقویٰ

maablib.org

تقویٰ کے معنی

تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ خداوندِ عالم نے انسان پر جن اُمور کو فرض کیا ہے انسان انھیں انجام دے یعنی واجبات کو ادا کرے اور محرمات سے پرہیز کرے۔ یہ تقویٰ کا پہلا مرتبہ ہے۔ تقویٰ ایک ایسی صفت ہے کہ اگر کسی قوم کے دل میں گھر کرلے تو وہ قوم اس مضبوط قلعے کے مانند ہوجاتی ہے جس میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔

عام طور پر جب تقویٰ کا تصور ذہن میں آتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ نماز، روزہ، عبادت، دُعا وغیرہ کی تصویر بھی اُبھر آتی ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ تمام مذکورہ (قبل) اُمور تقویٰ ہی کے دائرے میں آتے ہیں لیکن انھی کو تقویٰ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ تقویٰ دراصل اپنے تمام اُمور کی نگہداری کرنا ہے یعنی اگر انسان کوئی فعل انجام دے رہا ہو تو جانتا ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اگر کسی فعل کو انجام دے تو اپنے ارادے، فکر اور حُسنِ انتخاب سے انجام دے۔ بالکل اس طرح جس طرح کوئی گھڑ سوار گھوڑے پر سواری کرتے وقت اپنی منزل اور مقصد سے آگاہ ہوتا ہے۔

تقویٰ کیا ہے اور اس کو زندگی کے مختلف گوشوں میں کس طرح رچایا بسایا جاسکتا ہے؟ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ گناہ، خطا، صراطِ مستقیم سے انحراف، ہوا و ہوس سے اجتناب کیا جائے اور خدا کی طرف سے عائد شدہ احکام پر عمل پیرا رہا جائے۔ زندگی کے تمام مختلف شعبوں میں اسی وقت کامیاب اور سرفراز ہوا جاسکتا ہے جب باتقویٰ زندگی گزاری جائے۔ تقویٰ ہر کامیابی کا راستا اور ضمانت ہے۔ تقویٰ فقط دین

سے مربوط نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ دینی تقویٰ، واضح اور روشن ہے۔

اس بچے سے لے کر جو ابھی تحصیل علم کر رہا ہے، اس خاتون تک جو اُمور خانہ داری انجام دے رہی ہے، سبھی کو باتقویٰ ہونا چاہیے تاکہ سب راہِ مستقیم اختیار کرسکیں اور اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔ ایک نوجوان اپنے آس پاس کے مخصوص ماحول اور معاشرے میں تقویٰ کے بغیر اپنے تحصیل علم کے ہدف تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اس نوجوان کو چاہیے کہ غلطیوں اور ہوا و ہوس اور ان تمام سرگرمیوں سے اجتناب کرے۔ جو اُسے اس کے ہدف تک پہنچنے سے روکتی ہوں۔ یہی اس کا تقویٰ ہے۔ اس طرح گمراہی میں ڈوبی ہوئی ایک عورت اور گھر کے باہر ایک مرد پر بھی یہی کلیہ اور قانون لاگو ہوگا۔

ایک مومن اگر چاہتا ہے کہ راہِ خدا اور صراطِ مستقیم کا سفر طے کرے تو اس کے لیے لازم ہے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ یہی وہ راستا ہے جس پر چل کر وہ خوشنودیِ خدا اور نورانیتِ الٰہی سے مستفید ہوسکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ معنویت کے اعلیٰ مراحل بھی طے کرسکتا ہے۔ نیز دینِ خدا کی سربراہی تک رسائی بھی حاصل کرسکتا ہے۔

متقین کی عاقبت

اِتَّقُوا اللّٰہَ قرآنِ کریم کا حکم ہے۔ یہی وہ تقویٰ ہے جس کے ذریعے تمام اُمور تک دسترس حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر قرآنِ کریم کے اس مذکورہ حکم پر غور کیا جائے تو تمام عقلی استدلال اور براہین کو عام فہم زبان میں بیان کیا جاسکتا ہے حتیٰ کہ مسائلِ غیبی اور ماورائے فطرت و طبیعت اُمور کو بھی عوام کے لیے واضح کیا جاسکتا ہے۔

تقویٰ کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی (فرد یا معاشرہ) تقویٰ اختیار کرلے، کسی بھی

میدان میں داخل ہونے پر اسے سر کرلے گا۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِين، اس عظیم تاریخی اور کائناتی سفر کا سرانجام متقین پر ہونے والا ہے۔ دنیا و آخرت دونوں متقین سے متعلق ہیں۔ امام خمینیؒ اگر متقی نہ ہوتے تو کسی بھی قیمت پر اپنی شخصیت کو ہزارہا دوسرے افراد کے لیے محور قرار نہ دے سکتے تھے اور نہ کبھی انقلاب لاسکتے تھے۔ یہ تقویٰ ہی تھا جس نے انھیں ہمیشہ کے لیے زندۂ جاوید بنادیا ہے۔

تقویٰ، زندگی کے تمام شعبوں میں مؤثر

تقویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں مؤثر ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بارہا تقویٰ سے متعلق تذکرہ ہوا ہے۔ یہ سب اس لیے نہیں ہے کہ انسان اس دنیا سے چلا جائے تو خداوند عالم اسے اجروثواب عنایت کرے گا، بلکہ تقویٰ اس دنیا کے لیے نعمت شمار کیا گیا ہے۔ اگر ہماری موجودہ زندگی کا انجام بخیروخوبی ہوگیا تو اس پر ہماری آخرت کا بھی انحصار ہے۔ تقویٰ کا نہ ہونا اس بات کا سبب بن جاتا ہے کہ انسان غفلت اور کوتاہی کا شکار ہوجائے اور یہ غفلت و کوتاہی انسان کو اوندھے منھ زمین پر پٹخ دیتی ہے۔

تقویٰ کے ذریعے انسان کی صراطِ مستقیم پر بقا

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

أُوصِيكُم عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَىٰ اللّٰه،

''اے بندگانِ خدا! میں تمھیں تقوائے الٰہی کی وصیت کرتا ہوں''۔

وَاغتِنَام طَاعَتِه،

''اور وصیت کرتا ہوں کہ اطاعت خدا کو غنیمت شمار کرو''۔

مَا استَطَعتُم،

''جس حد تک کہ تمھارے اندر قوت و توانائی ہو''۔

فِی هٰذِهِ الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ الْفَانِیَةِ،

''اس جلدی گزرنے والی فانی دنیا میں جتنا ممکن ہو، اطاعت خدا کرو''۔

وَاعدَادِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ الْجَلِیْلِ یُشْفِی بِهٖ عَلَیْکُمُ الْمَوْتِ،

''اور عملِ صالح کے ذریعے ان تمام مشکلات و مصائب کا سدباب کرو کہ جنھیں موت تمھارے اُوپر طاری کردے گی''۔

موت کی سختیوں اور مشکلات کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اولیائے خدا اور بزرگانِ دین، موت سے مقابلے کے خوف سے لرزہ براندام ہوجاتے تھے۔ موت کے بعد عالمِ برزخ کے حوادث، علما اور اولیاء، جو کسی حد تک ان حوادث و مصائب کی سختیوں کے آشنا ہوتے ہیں، کو لرزا کر رکھ دیتے تھے۔ ان مشکلات اور سختیوں سے مقابلے کی فقط ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے عملِ صالح۔

وَ امرکُم بِالرَّفضِ لِهٰذِهِ الدُّنیَا التَّارِکَةِ لکُم،

''فرماتے ہیں: میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اس دنیا کی رنگینیوں اور آتی جاتی خوشیوں کو جو تمھیں ایک دن چھوڑ جائیں گی'' ابھی سے خیرباد کہ دو۔ حد سے بڑھ کر مادیات دنیا کی طرف مت بھاگو کیونکہ

اَلزَّائِلَةُ عَنکُم،

''یہ سب چلی جانے والی ہیں''۔

وَاِنْ لَم تَکُونُوا تُحِبُّونَ تَرکَهَا،

''درحالیکہ تم نہیں چاہتے کہ یہ مال اور عیش و عشرت تمھیں چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے حالانکہ یہ ہو کر رہے گا''۔

والمبیلة لاجسادکم وان احببتم تجدیدها،

"یہ دنیا تمہارے جسموں کو خاک میں ملا کر نیست و نابود کر دے گی اگرچہ تم یہی چاہتے ہو کہ دوبارہ زندہ ہو جاؤ"۔

فانما مثلکم کرکب سلکوا سبیلًا فکانهم قد قطعوا وافضوا الی علم فکانهم قد بلغوه،

"تم ایک راستے پر تیزی کے ساتھ آگے بڑھے جا رہے ہو کہ تمھیں دُور کسی ایک نشانے تک پہنچنا ہے لیکن تم اس نشانے کو ابھی واضح اور روشن طور پر نہیں دیکھ پا رہے ہو"۔

ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ جب تم خواہ مخواہ اس تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ راستا، یہی فانی دنیا ہے اور وہ نشانہ اور منزل وہی موت اور اجل ہے جس کو آنا ہی آتا ہے۔

فلا تنافسوا فی عز الدنیا و فخرها،

"اس دنیا کی ظاہری عزت اور جاہ و جلال کے لیے ایک دوسرے سے نہ کرو اور جھگڑا نہ کرو"۔

ولا تجزعوا من ضراعها و بؤوسها،

"دنیا کی ان مختصر سی سختیوں وار پریشانیوں سے تھکان اور خستگی محسوس نہ کرو"۔

فان عز الدنیا و فخرها الی انقطاع،

"دنیا کی عزت اور فخر و حشمت ختم ہو جانے والا ہے"۔

وان زینتها و نعیمها الیٰ ارتجاع،

"زیبائی و خوب صورتی اور یہ نعمتیں گزر جانے والی ہیں۔ یہ جوانی، حُسن اور خوب صورتی، بڑھاپے اور بدصورتی میں تبدیل ہو جائے گی"۔

وان ضراعها و بؤسها الی نفاذ،

"اور یہ سختیاں اور پریشانیاں بھی ختم ہو جائے گی"۔

وکل مدة منها الی منتهاء،

"اس کائنات کا یہ زمان و مکان رو بہ زوال اور ختم ہو جانے والا ہے"۔

وکل حی فنیها الی بلی،

"تمام جان داران موت کی آغوش میں سو جانے والے ہیں"۔

یہ جملے اس ذات بابرکات کی زبانِ مبارک سے جاری ہوئے ہیں جس کا نام علیؑ ہے۔ وہی علیؑ جو اپنے ہاتھوں سے کھیتی کرتے تھے اور کنویں کھودتے تھے۔ یہ جملے اس وقت کے ہیں جب آپ حکومت فرما رہے تھے۔ دنیا کے ایک بڑے حصے پر آپ کی حکومت تھی۔ آپ نے جنگیں بھی لڑیں، صلح بھی کی، سیاست بھی کی، بیت المال بھی آپ کی نگرانی میں تقسیم ہوتا رہا۔ ان سب کے باوجود بھی آپ متقی رہے، لہٰذا تقویٰ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کر لیا جائے، بل کہ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو تمام دنیاوی اور مادی اُمور کا محور قرار نہ دے، اپنی خاطر اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف نہ کرے، اپنی زندگی کے لیے دنیا کو جہنم نہ بنائے، مال، عیش و عشرت اور آرام و سکون کی خاطر دوسرے ہزار ہا افراد کی زندگیوں کا سودا نہ کرے۔

تقویٰ، یعنی یہ کہ اپنی ذات سے صادر ہونے والے تمام اُمور پر سخت نظر رکھی جائے۔ کوئی بھی قدم اُٹھایا جائے یا فیصلہ کیا جائے تو یہ خیال مدنظر رہے کہ کہیں اس سے خود کو یا دوسرے افراد اور معاشرے کو نقصان تو نہیں پہنچ رہا ہے۔

تقویٰ تمام برکات کا سرچشمہ

اگر کوئی فرد یا قوم حاملِ تقویٰ ہو جائے تو تمام خیر و برکات دنیا و آخرت اس

فرد یا قوم کا خاصا ہو جائیں گی۔ تقویٰ کا ماحصل فقط یہ نہیں ہے کہ رضائے خدا حاصل کر لی جائے یا جنت کا دروازہ اپنے اُوپر کھول لیا جائے بلکہ تقویٰ کا فائدہ اس دنیا میں بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ باتقویٰ معاشرہ اس دنیا میں بھی خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ تقویٰ کے ذریعے دنیاوی عزت کے ساتھ ساتھ اُمورِ دنیا سے متعلق علم بھی خداوندِ عالم کی جانب سے عنایت کر دیا جاتا ہے۔ باتقویٰ معاشرہ کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ایسے معاشرے کی فضا صحیح سالم، محبت آمیز اور حسد ونفاق وتعصب سے پاک ہوتی ہے۔

تقویٰ کے ذریعے ہی قدرتِ خدا کا حصول

ایمان، تقویٰ اور عمل صالح اس بات کی ضمانت ہیں کہ تمام قدرتِ خدا، نعماتِ الٰہی اور ساری کائنات پر دسترس حاصل کی جاسکتی ہے۔ دشمن کسی بھی میدان میں سے، کسی بھی صورت میں حملہ کر دے، تو ایک باتقویٰ قوم کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ خداوند عالم نے بڑے سادہ الفاظ میں اس گفتگو کا ماحصل صرف ایک آیت میں بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَهِنُوا

"سستی نہ کرو"۔

وَلَا تَحزَنُوا

"غمگین مت ہو"۔

وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِینَ

"تم کو برتری حاصل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر تم مومن ہو"۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَهِنُوا وَتَدعُوا اِلَى السَّلِم

"یعنی سستی نہ کرو اور نہ ہی دشمن کی سازشانہ دعوت کو قبول کرو"۔

ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد اگر اس جمہوری اسلامی ملک پر ایک غائرانہ نظر ڈالی جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ جن جن شعبہ ہائے حیات میں اقدار اسلامی کی حفاظت کی گئی ہے وہاں رُشد و ترقی ہوئی ہے اور جن جن شعبوں میں اسلامی احکام و اَخلاقِ اسلامی سے چشم پوشی کی گئی ہے ان میں پسماندگی آج بھی موجود ہے۔

دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہی صورت حال ہے۔ جہاں جہاں معنویت، انسانیت اور الٰہی اقدار سے منھ موڑ لیا گیا ہے وہاں وہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ زندگی کس قدر دشوار ہے، کس قدر بدامنی اور بے چینی ہے۔ ایسے معاشروں میں قتل و غارت گری اور دہشت گردی زیادہ ہے۔ ہرچند یہ لوگ ان اجتماعی مشکلات و مسائل کے اسباب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کسی بھی طرح اصلی اور حقیقی علت اور سبب کو تلاش نہیں کر سکے ہیں۔ ایک ماں اپنے بچے کو قتل کر دیتی ہے، فوراً ہی لوگوں کا وجدان تڑپ اُٹھتا ہے، صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں کہ ایسی ماں کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ ان کی بنیاد خراب ہو چکی ہے۔ ان معاشروں کی بدبختی یہ ہے کہ یہ خدا، معنویت اور اَخلاق سے پشت پھیر کر فساد و قتل و غارت گری کے عادی ہو گئے ہیں۔

مادی اور مالی فساد کسی بھی قیمت پر خوش حالی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ جس کی واضح مثال امریکہ ہے۔ ہرچند کہ امریکہ میں زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں ہمہ جہت ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود امریکی عوام جن اَخلاقی اور معنوی مشکلات کا شکار ہیں ان سے ساری دنیا واقف ہے۔ انھیں اَخلاقی اور معنوی اقدار کی قلت کی بنا پر

امریکہ موجودہ صورتِ حال سے دوچار ہے۔ وہ صورتِ حال کہ جس میں ایک ماں اپنی تسکینِ شہوت اور ذاتی مفاد کی خاطر اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کا قتل کر دیتی ہے۔

بوسنیا اور ہرزیگووینیا میں کیا نہیں ہوا؟ مغلوں کے انداز میں افواج سربرسنیا میں گھس کر وحشیانہ انداز میں قتل و غارت گری کرتی رہیں اور نام نہاد متمدن اقوام و ملل کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اس پر ستم یہ کہ یہی لوگ حقوقِ بشر کے علم بردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا ایک شہر میں ہزاروں معصوم مرد، عورت اور بچوں کا وحشیانہ قتل عام حقوقِ بشر کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ جمہوری اسلامی، ایران اَخلاق اور اسلامی احکام و شریعت کی محافظت کی بنا پر آج ساری دنیا میں ایک باعزت مقام حاصل کرسکا ہے۔ آج جب کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں، دنیا کے دوسرے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے سربراہانِ مملکت اور وزرائے اعظم سے اپنی غلامی کرانا اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں۔ ایران ایک مستقل اور آزاد ملک کی حیثیت سے آزاد زندگی گزار رہا ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ ایران سے غیرعادلانہ طور پر ایک حرف یا ایک بات تک کو قبول کرا لے۔ یہ سب فقط اور فقط اسلام اور اسلامی اَخلاق و معنویات اور اسلامی احکامات اور شریعت کی برکتیں ہیں۔

◇......▣......◇

maablib.org

فصلِ دوم

اِخلاص

maablib.org

اِخلاص کے معنی

اِخلاص سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے کام کو خدا کے لیے اور اپنی ذمہ داری کی انجام دہی کی خاطر انجام دے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی نفسانی خواہشات، مال و دولت کے حصول، شہرت و عزت، لالچ و حرص وغیرہ کے لیے کوئی کام نہیں کرتا۔ اِخلاص ایک ایسی صفت ہے کہ اگر اس کی بنیاد پر اقدام کیا جائے تو یہ تلوار کی طرح اپنے سامنے آنے والے ہر مانع کو دُور کرتی جاتی ہے۔

امام خمینیؒ کے اندر یہ صفت کمال کی حد تک تھی۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میرا کوئی عزیز ترین فرد بھی عدل و انصاف کے خلاف کوئی قدم اُٹھائے گا تو میں اس سے چشم پوشی نہیں کروں گا اور آپ نے ایسا کیا بھی۔ حساس موقعوں پر وظیفہ کی انجام دہی کے ذریعے دوسرے لوگوں کو بھی احساس دلایا۔ خلوت میں، جلوت میں، چھوٹا کام ہو یا بڑا، آپ نے ہمیشہ اِخلاص کو اپنی ذاتی زندگی میں اپنایا۔ اور یہی وہ درس تھا جس کی بنا پر آپ کے شاگرد، آپ کے چاہنے والے جوق در جوق سرحدِ وطن پر دشمن سے جنگ کرنے دوڑے چلے جاتے تھے۔ یہی وہ درس تھا جس کی بنیاد پر ایران میں معجزہ نما اسلامی انقلاب نمودار ہوا۔

ایک بزرگ اہلِ عرفان وسلوک اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر فرض کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام اُمور کو ایک معین ہدف کے تحت انجام دیتے تھے اور آپ کا ہدف یہی ہوتا تھا کہ اپنے ان اُمور کو انجام کے

مراحل تک پہنچا دیں اور پہنچا بھی دیا کرتے تھے مگر کسی اور شخص کی طرف سے یعنی کسی اور کے نام سے، کیا اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس فعل سے راضی نہیں ہوتے تھے؟ کیا یہ فرماتے تھے کہ یہ فعل چونکہ دوسرے کی طرف سے انجام دے رہا ہوں، لہٰذا انجام نہیں دوں گا؟ یا نہیں، بلکہ آپ کا ہدف اپنے اُمور کی انجام دہی تھا اور بس۔ قطع نظر اس سے کہ وہ فعل کس کے نام سے یا کس کی طرف سے انجام دیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ لکھنے والا صحیح ہے کیونکہ ایک مخلص شخص کی نگاہ میں کسی فعل کی انجام دہی اہم ہوتی ہے۔ اس کا ذہن 'من وتو' کی تقسیم سے ماورا ہوتا ہے۔ وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا ہے کہ اس فعل کا سہرا کس کے سر بندھے گا؟ ایسا شخص بااخلاص ہوتا ہے اور خدا پر کامل یقین رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ خداوند متعال یقیناً اس کے فعل کا صلہ اس کو دے کر رہے گا کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

خدا کے اس لشکر میں اکثر و بیشتر میدانِ جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں اور ظاہری اعتبار سے ختم ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم فرماتا ہے:

اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

''یعنی یہ لوگ مرنے کے بعد بھی غالب ہیں''۔

اِخلاص: اہم ترین اسلحہ

اسلام میں اصلاحِ دنیا کی اصل و اساس، خود اپنے نفس کی اصلاح کو بتایا گیا ہے۔ ہر مسئلے کی شروعات یہیں سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم، اپنے قوی اور محکم بازوؤں سے اوراقِ تاریخ پلٹنے والی قوم سے فرماتا ہے:

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (سورۂ تحریم:۶)

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ (سورۂ مائدہ:۱۰۵)

یعنی اپنا تزکیۂ نفس کرو، اپنے نفس کی اصلاح کرو۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (سورۂ شمس:۹)

اگر صدرِ اسلام میں اسلامی معاشرہ انسانی نفوس کے تزکیہ سے شروع نہ ہوا ہوتا اور اس میں مناسب حد تک با اخلاص اور متقی افراد پیدا نہ ہو چکے ہوتے تو اسلام قطعاً اپنی بنیادیں مستحکم نہ کرسکتا تھا۔ یہی مخلص اور متقی اور سچے مسلمان تھے جن کی بنیاد پر اسلام دوسرے شرکائے مذاہب اور ممالک پر فاتح ہو کر تاریخ عالم میں اپنا نام ثبت کرسکا ہے۔

ہمارا اسلامی انقلاب بھی اس اخلاص، تقویٰ اور اپنے ذاتی اور مادی مفادات سے بالاتر ہو کر الٰہی اہداف کی انجام دہی جیسے فریضے اور ذمہ داری کے احساس کی وجہ ہی سے رُونما ہوا تھا۔ ایران عراق جنگ کے دوران میں ہمارا یہی اسلحہ ہمارے لیے کارگر ثابت ہوا تھا۔ ہمارے شہید، ہمارے جنگی مجروحین اور ان کی شہادتوں کے عمیق جذبے ہی نے آج ہمیں اتنی بلندیاں اور مراتب عطا کیے ہیں۔ ساری دنیا میں آج ہماری عزت اور شرف انھیں خدا دوست شہدا اور مجروحین کی مرہونِ منت ہے۔

اسلامی انقلاب کی بقا اور دوام کا سرچشمہ صرف اِخلاص ہے

ہمارے اندر ہمارے سب سے بڑے دشمن نے بسیرا کرلیا ہے اور وہ دشمن نفسِ امارہ، شہوات نفسانی، ہوا و ہوس اور خود پرستی ہے۔ جس لمحے بھی، خواہ وقتی طور پر، ہم نے اس زہریلے سانپ اور خطرناک دشمن کو قابو میں کرلیا اسی لمحے ہم کامیاب اور مجاہد فی سبیل اللہ ہو جائیں گے اور جب کبھی ہمارا یہ دشمن ہماری عقل اور معنوی و روحانی قوتوں پر حاوی ہو گیا ہم مغلوب اور شکست خوردہ ہو کر رہ جائیں گے۔

ہمیں ہدایتِ بشر اور نجاتِ انسانی کی خاطر خلق کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح اور تزکیہ کریں۔ خداوندِعالم نے بے حدو بے حساب معنوی اور روحانی طاقتوں اور صلاحیتوں کو ہمارے اندر ودیعت کیا ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان قوتوں کو خود پرستی، خود خواہی، ہوا و ہوسِ نفسانی جیسی صفاتِ رذیلہ سے نجات دیں۔

اخلاص اور ایثار ہی اسلامی انقلاب کے موجد ہیں

اسلامی انقلاب اس انقلاب کا نام ہے جس نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر زبان پر ایک ہی انقلاب تھا، اسلامی انقلاب۔ یہ سب کس نے کیا؟ یہ انقلاب کون لے کر آیا؟ کیا کوئی ایران کہہ سکتا ہے کہ ہاں! میں یہ انقلاب لایا ہوں۔ یقیناً کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ انقلاب صرف اور صرف الٰہی انقلاب ہے اور اس کا لانے والا اور موجد بھی خداوند عالم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی فرد اس انقلاب کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے، حتیٰ کہ امام خمینیؒ بھی اپنی تمام تر عظمتوں اور بے نظیر قربانیوں کے باوجود اس انقلاب کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ یہ انقلاب ایرانی عوام کی مخلصانہ اور مجاہدانہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اگر تجزیہ کریں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ امام خمینیؒ صحیح فرماتے تھے۔ حقیقتاً امام خمینیؒ عوام کے لیے صرف ایک الٰہی ذریعہ اور وسیلہ تھے ورنہ اسلامی انقلاب کا اصل محرک خداوند متعال ہے کیونکہ ایرانی عوام نے مخلصانہ اور فی سبیل اللہ اسلامی انقلاب کے لیے اقدام کیے تھے، لہٰذا مرضیِ خدا اور عنایتِ خدا بھی ان کے ساتھ ساتھ تھی۔ یہ عوام کا خلوص ہی تھا جس کی بنا پر خداوند عالم نے اس اسلامی انقلاب کی تائید فرمائی۔

ارادہ اور ایمان ہر طرح کے اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتا ہے

لبنان کے مومن مسلمانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کا ارادہ اور ایمان دنیا کے ہر مادی اسلحے اور طاقت پر غالب ہوتا ہے۔ یہی وہ مومن جوان تھے جنھوں نے بیروت کی سرحدوں تک آجانے والی اسرائیلی فوجوں کو اُکھاڑ کر اپنی حدود سے باہر پھینک دیا۔

یہی وہ لبنانی عوام تھے جنھوں نے امریکہ اور فرانس کی ان فوجوں کو ذلیل و خوار کر کے لبنان سے نکال باہر کیا جو اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ لبنان میں داخل ہوگئی تھیں۔ لبنانی عوام نے یہ کام اسلحے اور مادی قوتوں اور طاقتوں کے بل بوتے پر نہیں کیا تھا۔ یہ لوگ مادی اسلحے کے لحاظ سے تو بالکل تہی دست تھے بلکہ اُنھوں نے یہ عظیم کام صرف اور صرف ایمانی طاقت کے بل بوتے پر انجام دیا تھا۔ یہ ایک ایسی قوت وطاقت ہے جو ایک مختصر سی اور مظلوم قوم (وہ قوم جو ایک طویل عرصے سے اسرائیل اور اس کی ہم نوا سفاک طاقتوں کی تختۂ مشق بنی ہوئی ہے) کو اتنا قوی اور مستحکم کر دیتی ہے کہ امریکہ، فرانس اور اسرائیل شرمندہ اور ذلیل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آج بھی یہی ایمان اور اِخلاص، لبنان کے مومن جوانوں میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ یہ واقعی قابلِ تعریف اور لائقِ ستائش امر ہے کیونکہ یہی وہ قوت ہے جس کے بل بوتے پر لبنان، امریکہ اور یورپ کو یہ باور کرانے سے روکتا رہے گا کہ امریکہ اور اس کی حلیف جماعتیں لبنان میں اس کے مستقبل پر حاوی ہو سکتی ہیں۔

اِخلاص اور قربِ خدا: امام خمینیؒ کی کامیابی کا راز

امام خمینیؒ کی کامیابی کا راز اِخلاص اور قربِ الٰہی تھا۔ آپ اپنی کوشش میں بحسن خوبی کامیاب ہو گئے تھے کہ اِیَّاكَ نَسْتَعِينُ کو اپنے میں مجسم کر لیں اور لامتناہی

اور لامحدود الٰہی قدرت سے متصل ہو جائیں۔

اگر ننھا سا قطرہ اپنے محدود اور چھوٹے سے وجود کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے وسیع و عریض سمندر میں غرق ہو جائے تو کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکتی۔ اگر ہر شخص امام خمینیؒ کی روش پر عمل پیرا ہو جائے تو امام خمینیؒ کی طرح ہو جائے گا۔ البتہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ امام خمینیؒ نے اس مشکل اور نادر روزگار کو انجام دیا اور زندۂ جاوید ہو گئے۔ ہم ہر چند اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتے لیکن بہرحال ہمیں مقدور بھر کوشش تو کرنی چاہیے تاکہ اپنی ذمہ داری اور فرض کی انجام دہی کسی نہ کسی حد تک ادا کر سکیں۔

ہمیں چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام سے اِخلاص کا درس حاصل کریں

امام خمینیؒ نے اس دور میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ یہ تھا کہ ساری دنیا کو اسلام کے مقابل خاضع و خاشع بنا دیا اور دشمنانِ اسلام کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ولقد کنا مع رسول اللّٰہ..... (نہج البلاغہ، خطبہ ۵۶)

ہم خالصانہ اور مخلصانہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہتے تھے۔ ہمارے اعزاء قتل ہوتے رہتے تھے اور یہ سب ہمارے ایمان میں اضافے کا سبب بنتا رہتا تھا۔ خدا نے جب ہمارے اس خلوص اور صداقت کو دیکھا تو ہمیں فاتح اور ہمارے دشمن کو مغلوب کر دیا۔ اگر خدا نے ہماری مدد نہ کی ہوتی تو ہم موجودہ حالات تک نہ پہنچ پاتے۔

ما قام للدین عمود ولا اخضر للایمان عود

"دین کا ایک بھی ستون قائم نہ رہ پاتا اور ایمان کی ایک بھی شاخ سرسبز نہ ہو پاتی"۔

یہ سب اس زمانے کے مسلمانوں کے خلوص اور صداقت کی ہی دین ہے کہ آج اسلام اس اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کرسکا ہے اور ساری دنیا میں اپنے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ یہ اس زمانے کے باإخلاص مسلمانوں ہی کا کرشمہ ہے کہ موجودہ اسلامی معاشرہ وجود میں آیا اور آج تک وہی اسلامی تمدن اور اسلامی تحریک ہم تک پہنچی ہے۔ آج جہاں کہیں بھی مسلمان موجود ہیں انھیں حضرت علی علیہ السلام کی حیات طیبہ سے یہ عظیم درس حاصل کرنا چاہیے۔

maablib.org

فصلِ سوم

ذکر و نماز

maablib.org

انسان کے لیے تاریکی اور جہالت سے نکلنے کا واحد راستا نماز

عبادات اور ان میں بھی بالخصوص نماز کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ نماز کو دین کا ستون کہا گیا ہے۔ نماز اگر مکمل توجہ اور اپنی تمام شرائط کے ساتھ انجام دی جائے تو نہ صرف نماز گزار کے قلب و روح کو بلکہ اس کے آس پاس کے سارے ماحول کو نورانی اور معطر کر دیتی ہے۔

نماز گزار جس قدر خضوع وخشوع کے ساتھ نماز ادا کرے گا اسی قدر ہی خود پرستی، خود خواہی، خودغرضی، حسد، بغض، کینہ وغیرہ جیسی صفات رذیلہ کی قید سے آزاد ہوتا چلا جائے گا اور اتنا ہی اس کے چہرے کی نورانیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ موجودہ بشر کی تمام تر مشکلات و پریشانیوں کا سبب خدا سے دُوری اور ذاتی مفاد سے وابستگی میں اضافہ اور شدت ہے۔ نماز انسان کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے آزاد کراتی ہے۔ اس کے غیظ وغضب اور شہوات و ہوا و ہوس کو مغلوب کر کے اسے تقرب الٰہی اور اُمورِ خیریہ کی طرف راغب کرتی ہے۔

نماز سکونِ قلب کا باعث ہے

خدا کی طرف سے انسان پر عائد کردہ وظائف اور عبادات میں سے نماز کو قرآنِ کریم نے سرفہرست قرار دیا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (الحج:۴۱)

”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں روئے زمین پر قابو دے دیں

پھر بھی نماز قائم کریں گے"۔

اگر نماز میں سے اہدافِ نظامِ اسلامی کی مہک نہ آ رہی ہوتی تو ایک اہم مقام نہ رکھتی اور اس کے متعدد و مختلف بنیادی فائدے نہ ہوتے تو اسلام میں نماز سے متعلق اس حد تک قطعاً تاکیدات موجود نہ ہوتیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز اپنی تمام افادیت اور فوائد کے ساتھ فقط ایک وظیفۂ شخصی نہیں ہے بلکہ یہ فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو رُشد و ارتقا بخشنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تمام واجبات میں جس قدر تاکید اس واجب کے لیے کی گئی ہے وہ بے مثال ہے حتیٰ کہ والدین پر واجب ہے کہ اپنے بچوں کو بچپنے ہی سے نماز سے آشنا و مانوس کریں۔ یہ تمام تاکیدات صرف اور صرف اسی لیے ہیں کہ نماز فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو اس قابل بناتی ہے کہ معاشرہ دوسرے تمام وظائف کا بار بھی اپنے کاندھوں پر اُٹھا سکے۔ ان تمام پہلوؤں کے پیشِ نظر نماز کو اعلیٰ ترین عمل فرض کرنا چاہیے اور صدائے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کو ایک حکمت آمیز صدا تصور کرنا چاہیے۔

یہ نماز ہی ہے جو انسان کے اندر ایثار، اِخلاص، توکل بر خدا اور تعبد جیسی صفات پیدا کرتی ہے اور اس کو اس لائق بناتی ہے کہ وہ دوسرے دشوار ترین واجبی اُمور مثلاً جہاد، امر بالمعروف و زکات وغیرہ کی انجام دہی پورے جوش و خروش سے انجام دے سکے اور شجاعانہ طور پر اس الٰہی وادی میں داخل ہو۔

آج کا عہد الیکٹرونک ہے، جس کا اثر یہ ہے کہ انسان مختلف مسائل و مشکلات کا شکار ہو گیا ہے، نتیجتاً بشریت کی کوشش یہ ہے کہ فردی اور اجتماعی زندگی کو مشینی حرکتوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ صلہ رحم، مروت، ایثار، محبت اور نہ جانے کتنی دوسری اَخلاقی صفات و اقدار اس مشینی نظامِ زندگی کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہیں۔ گھروں میں محبت آمیز فضا آہستہ آہستہ رنگ چھوڑتی جا رہی ہے۔

گذشتہ چند برسوں سے انسانیت کا درد رکھنے والے بعض افراد اس سمت میں متوجہ کرتے رہے ہیں لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ ابھی تک کروڑوں افراد بالخصوص جو اس جہنم میں خود کو جلا رہے ہیں، انھیں اس سے باہر نکلنے کا کوئی راستا نظر نہیں آرہا۔

اسی وجہ سے آج خداوندِ کریم سے گذشتہ زمانوں سے کہیں زیادہ معنوی رابطہ قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں نماز آسان ترین اور مؤثر ترین ذریعہ ہے جو ہمیں ان اخلاقی اور سماجی مشکلات سے باہر نکال سکتی ہے۔

اہتمامِ نماز

اہتمامِ نماز سے مراد فقط یہ نہیں ہے کہ مومنین و صالحین حضرات نماز بجالائیں اور بس۔ یہ کوئی ایسا فعل نہیں ہے کہ جس پر حکومتِ اسلامی کی تشکیل منحصر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کو معاشرے کا ایک حصہ بنا دیا جائے، جہاں ہر شخص نماز کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتا ہو۔ معنویت اور الٰہی ذکر وعبادت کی روشنی و نورانیت سارے معاشرے کو روشن و منور کرے اور نماز کا وقت قریب آتے ہی سارے مرد و زن نماز کی طرف ذوق وشوق کے ساتھ دوڑ پڑیں اور دامنِ نماز میں ایک طرح کا قلبی و روحی سکون حاصل کریں۔

نماز: دین کا ستون

نماز دین کا حقیقی ستون ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہماری زندگی میں نماز کو اس کا حقیقی مقام و مرتبہ دیا جائے۔ دین کے سائے میں انسان کو حیاتِ طیبہ صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے جب وہ اپنے قلب کو یادِ خدا سے زندہ اور روشن رکھے کیونکہ انسان صرف اسی ذریعے سے تمام اقسام کے فساد اور شر سے مقابلہ کرسکتا ہے۔

نیز ظاہری اور باطنی شیطانوں کو مغلوب کرسکتا ہے اور یہ دائمی ذکر اور خضوع و خشوع فقط نماز کی برکت ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ نماز ایک ایسی حقیقت ہے جو انسان کو اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرنے میں نہایت قوت و قدرت عطا کرتی ہے۔

نماز سے بڑھ کر ایسا کوئی ذریعہ یا وسیلہ نہیں ہے جو انسان اور خدا کے درمیان رابطے کو مستحکم تر اور قوی تر کرسکے۔ ایک عام انسان بھی اگر خدا کے ساتھ اپنے رابطے کو استوار کرنا چاہتا ہے تو نماز ہی سے شروعات کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ خدا کا ایک مقرب ترین بندہ بھی اس نماز کے ذریعہ ہی تنہائیوں اور خلوتوں میں اپنے خدا، اپنے محبوب سے راز و نیاز کر کے دل کی دنیا کو روشن و جاودانی بناتا ہے۔ یہ ذکر و نماز ایک ایسا خزانہ ہے جس کا کوئی خاتمہ نہیں ہے۔ جس قدر اس سے انسیت و قربت بڑھتی جائے گی اتنا ہی اس کی نور افشانیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

نماز کے مختلف جملے اور اذکار خود اپنے آپ میں معارف و تعلیماتِ دین کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور دن میں کئی کئی بار نمازگزار کو ان تعلیمات کی یادآوری کرائی جاتی ہے۔ نماز کو اگر اس کی تمام شرائط اور نقائص کے بغیر ادا کیا جائے تو یہ نماز انسان کو روز بروز معارف و تعلیماتِ الٰہی سے قریب اور آشنا کرتی ہے۔

انسان کو ہمیشہ نماز کی ضرورت ہے

ایسی نماز جو اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ بجالائی جائے، انسان کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے، اس کے پژمردہ قلب کو جلا بخشتی ہے، اس کی ناامیدیوں کو یقین میں تبدیل کرتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی زندگی کو باہدف بھی بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز تمام حالتوں خواہ جنگ کا میدان ہو یا گھر کا عیش و آرام، واجب ہے۔ انسان ہمیشہ نماز کا محتاج ہے خاص طور پر مسائل و مشکلات سے دوچار ہوتے وقت۔

حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے سامنے نماز کی اہمیت و منزلت صحیح و حقیقی طور پر بیان ہی نہیں ہو سکی ہے اسی لیے ہمارے یہاں نماز کو جو مقام ملنا چاہیے تھا، نہیں مل سکا۔ علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ خاص طور پر جوانوں کے سامنے نماز کے اسرار و رموز بیان کریں۔ انھیں نماز کی منزلت و فوائد بتائیں۔ یہ نماز ہی کا خاصہ ہے کہ ایک بچے سے لے کر ایک عالم تک نماز کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ حتیٰ کہ عرفا بھی نماز کی ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ جبھی تو 'اسرار الصلوٰۃ' جیسی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ نماز ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ ابھی تک نہیں لگایا جاسکا ہے۔ اگرچہ نماز کے بارے میں ائمہ طاہرینؑ سے متعدد روایات اور علمائے دین کے بے شمار اقوال موجود ہیں لیکن اس کے باوجود نماز کی منزلت، بہت سے افراد سے ابھی تک پوشیدہ ہے، حتیٰ کہ وہ لوگ جو نماز کو واجب سمجھ کر انجام دیتے ہیں ان کے لیے بھی ابھی تک نماز صحیح طور پر بیان نہیں ہو سکی۔

بہرحال، نماز راہِ سیر و سلوک (عرفان) کی طرف پہلا قدم ہے جس کو الٰہی ادیان نے انسان کے حقیقی ہدف یعنی کمال و خوش بختی دنیا و آخرت کی خاطر بشر کے حوالے کیا ہے۔ نماز خدا کی طرف پہلا قدم ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

> "نماز میری آنکھوں کا نور ہے" اور جب وقتِ نماز ہوتا تھا تو بلال سے فرماتے تھے: "اذان کے ذریعے میری روح کے اطمینان و سکون کا انتظام کرو"۔

انسان کے تکامل معنوی میں جس قدر نماز مؤثر ہے۔ اتنی دوسری کوئی عبادت نہیں ہے۔ نماز جہاں معاشرے کو اخلاقی و معنوی صفات و کمالات عطا کرتی ہے وہیں اپنی خاص شکل و شرائط کی بنا پر نماز گزار کو نظم و ضبط کا پابند بھی بناتی ہے۔

عبادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام تر عظمت و منزلت کے باوجود ہرگز عبادت سے غافل نہیں رہتے تھے۔ رات کے پچھلے پہر میں گریہ و زاری اور مناجات و استغفار آپ کا دائمی شیوہ تھا۔ اُم سلمہؓ نے ایک رات دیکھا کہ پیغمبرؐ موجود نہیں ہیں۔ باہر نکلیں تو دیکھا کہ آنحضرتؐ خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے میں مشغول ہیں۔ اشک جاری ہیں اور استغفار کر رہے ہیں۔ زبانِ مبارک پر یہ جملہ جاری ہے:

اللّٰهم ولا تكلنى الٰى نفسى طرفة عين

اُم سلمہؓ بے اختیار رو پڑیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم سلمہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اُم سلمہ! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ اُم سلمہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ کو تو خدا بے حد دوست رکھتا ہے اور آپ کو بخش دیا ہے: ليغفرلك اللّٰه ما تقدم من ذنبك وما تأخر (سورۂ فتح:۲)۔

پھر آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خدایا! ہمیں ہمارے حال پر مت چھوڑ؟ فرمایا:

وما يؤمننى

"اگر خدا سے غافل ہو جاؤں تو کون میری حفاظت کرے گا؟"

یہ ہمارے لیے ایک درس ہے۔ ہر حال میں خواہ مصائب کا سامنا ہو یا خوشیوں کا، اچھے حالات ہوں یا بُرے، خدا ہی پر بھروسا کرنا چاہیے اور اسی سے مدد مانگنی چاہیے نیز اسی پر توکل کرنا چاہیے۔ یہی وہ اہم درس ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دے گئے ہیں۔

فصلِ چہارم

اَخلاق

maablib.org

أخلاقی انقلاب

أخلاقی انقلاب یعنی یہ کہ انسان تمام رذائل أخلاقی، صفات بد، أخلاق بد وغیرہ سے کنارہ کش ہو جائے جو دوسروں کی یا خود کی اذیت و ضرر کا باعث ہوں۔ أخلاقی انقلاب یعنی یہ کہ انسان خود کو مکارمِ أخلاق اور فضائلِ أخلاق سے آراستا کرے۔

اگر کسی معاشرے میں صاحبِ فکر و نظر افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے افکار کو دوسرے افراد کے خلاف استعمال نہ کرتے ہوں یا تعلیم یافتہ افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے علم کو دوسرے افراد کو نقصان پہنچانے اور دشمن کو قوی کرنے کا ذریعہ نہ بناتے ہوں بلکہ معاشرے کے تمام افراد ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے اور خیرسگالی کے ساتھ زندگی گزارنے والے ہوں، حاسد اور کینہ پرور نہ ہوں، فقط اپنی زندگی کا اور اپنا خیال نہ رکھتے ہوں تو ایسے معاشرے کے لیے کہا جاسکتا ہے کہ اس معاشرے میں أخلاقی انقلاب آگیا ہے۔

مسائلِ بشر

أخلاقیات اور تزکیۂ نفس بھی انسان کے ان اہم مسائل میں سے ہیں، جن کے لیے قرآنِ کریم اور احادیث میں شدید تاکید کی گئی ہے۔ عالمِ اسلام میں متفق علیہ حدیثِ نبویؐ موجود ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

"یعنی میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ فضائلِ أخلاق کی

تکمیل کروں"۔

صاف ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں اَخلاقی اقدار، صفاتِ حسنہ اور مکارمِ اَخلاق وغیرہ رائج ہوں گے اس معاشرے کی عام انسانی زندگی کا معیار کتنا بلند اور عالی ہوگا۔

آج بشریت کے مسائل و مشکلات انہی مذکورہ صفات و اقدار کے نہ ہونے کی بنا پر پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر معاشرہ اسلامی خُلقیات و اَخلاقی اقدار مثلاً صبر و استقامت کا حامل ہو، توکّل، تواضع، حلم، جیسی صفات کا احترام کرتا ہو اور ان کا پابند ہو تو وہ یقیناً جنت نشان معاشرہ بن جائے گا۔

معاشرے کے بنیادی ستون

اسلامی اَخلاق سے بہرہ مند ہونے سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں پرہیزگاری، بُردباری، شہوت پرستی سے اجتناب، دنیا طلبی، حرص، ذخیرہ اندوزی جیسی صفات سے دُوری، اِخلاص، پارسائی، نیکی اور دیگر اَخلاقی صفات پائی جاتی ہوں اور ان صفات کو اہمیت بھی دی جاتی ہو۔

اگر ان اسلامی اقدار اور اَخلاقی صفات پر عمل کرلیا جائے تو معاشرہ اسلامی رُشد و ارتقا کی منزلیں طے کرتا اور قوی سے قوی تر ہوتا جائے گا۔ استعدادیں اور صلاحیتیں سامنے آنے لگیں گی اور پھر ایسا اسلامی معاشرہ دوسری اقوام اور ملتوں کے لیے نمونہ بن جائے گا۔

طالب علم اور خودسازی

نوجوان طالب علموں کی ایک اہم ترین ذمہ داری خودسازی اور تکمیل اَخلاق ہے۔ نوجوانی، خودسازی اور تزکیہ نفس کے لیے بہترین وقت ہوتا ہے۔ اس سے استفادہ کیجیے۔ علم ترقی اور صنعتی، سیاسی، سماجی رُشد و ارتقا، اَخلاق کے زیرسایہ ہو تو قابلِ تعریف

ہے۔ یہاں پر قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ قربِ خدا، اَخلاق رُشد وارتقا کی بنیاد واساس ہے۔

اَخلاق، تمام اُمور کی بنیاد

تبلیغِ دین اور حقائقِ دین کی ترویج علما اور مبلغینِ اسلام کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اقتصادی نقطۂ نظر سے اپنا ایک مقام بنالیں، سیاست کے شعبے میں اپنا تشخص قائم کرلیں، اپنے موجودہ مقام ومنزلت میں خاطر خواہ اضافہ کرلیں لیکن ہمارا اَخلاق اسلامی اَخلاق نہ ہو، یعنی ہمارے درمیان صبر، حلم، ایثار، عفو جیسی صفات کا فقدان ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ظاہر تو خوب صورت اور حسین ہے لیکن ہماری بنیادیں کھوکھلی ہیں کیونکہ اَخلاق تمام افعال واُمور کی بنیاد واساس ہے۔ زندگی کے دوسرے تمام شعبوں میں ترقی وارتقا اَخلاقِ حسنہ کے لیے مقدمہ کے مانند ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاق

''یعنی مجھے مبعوث اسی لیے کیا گیا ہے کہ فضائلِ اَخلاق کی تکمیل کروں''۔

اسلامی حکومت کا فلسفہ یہی ہے کہ معاشرے کی تربیت کرے، معاشرے میں اَخلاقِ حسنہ کی ترویج کرے، معاشرہ قربِ خدا حاصل کرے، تمام افعال واُمور قربت کی نیت سے انجام دیے جائیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے سیاست میں بھی قصدِ قربت ضروری ہے۔ قصدِ قربت کس وقت کیا جاتا ہے؟ اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان مطالعہ وجستجو کرے اور دیکھے کہ خداوندِ عالم کی رضا کس چیز میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا انسان جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ کرتا ہے، اسے انجام دیتا ہے اور جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے اس فعل کو انجام نہیں دیتا ہے۔

راہِ امام خمینیؒ

ایک بار میں نے امام خمینیؒ سے سوال کیا کہ مشہور دعاؤں میں سے کون سی دعا سے آپ زیادہ انس رکھتے ہیں؟ اور کس دعا پر آپ کو زیادہ اعتقاد و یقین ہے؟ تو آپ نے کچھ دیر بعد فرمایا: دعائے کمیل اور مناجات شعبانیہ۔ ان دونوں دعاؤں میں مناجات، حالت استغفار، استغاثہ اور خضوع و خشوع کو عاشقانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ دعائیں ایسی دعائیں ہیں کہ ہمارے اور خدا کے درمیان رابطہ عشق و محبت کو مستحکم اور عمیق کرتی ہیں۔ یہی وہ راستا ہے جس پر چلتے چلتے امام خمینیؒ نے اپنی پوری زندگی گزار دی۔

انسانی کمال خواہشاتِ نفسانی سے مقابلہ

انسان کی عالی ترین اور کامل ترین زندگی وہ ہے کہ جس میں وہ راہِ خدا میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور خداوند عالم کو خود سے راضی کرتا ہے نیز ہوا و ہوس کو اپنے اُوپر غالب نہیں ہونے دیتا ہے۔ ایسا شخص انسانِ کامل ہے۔ اس کے برعکس وہ انسان جو اپنے جذبات واحساسات، ہوائے نفسانی اور غیظ وغضب کا اسیر ہوتا ہے، وہ انسان پست اور حقیر ہے خواہ وہ ظاہراً مقام و مرتبت کا حامل ہو، دنیا کے بڑے سے بڑے ملک کا وزیراعظم یا امیر ترین شخص اگر اپنی خواہشاتِ نفسانی کا مقابلہ نہ کرسکے تو وہ بھی ایک حقیر انسان ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک عام سا اور نادار شخص اگر اپنی خواہشات پر قابو پالے اور غلبہ حاصل کرلے تو وہ انسان بزرگ اور کامل ہے۔

تحولِ اَخلاقی جوانوں کے لیے آسان

خوش قسمتی سے ان آخری کچھ برسوں میں جمہوری اسلامی ایران نے معنوی لحاظ سے خاطرخواہ پیش رفت کی ہے۔ جوانوں میں معنویات، دین وعبادت کی طرف

رغبت، نماز و روزہ میں خضوع و خشوع اور قربِ خدا مروّج اور عام ہوگیا ہے۔ لیکن فقط یہی سب کچھ تحولِ اَخلاق نہیں ہے اور شاید کہا جاسکتا ہے کہ ایک ملت کے لیے تحولِ اَخلاق ایک حد تک مشکل ہے اور اسی لیے جب اَخلاقی تحول کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے تو پہلے مرحلے میں جوانوں کو مخاطب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے اندر تبدیلی اور تغیّر کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ جوانوں کے قلوب روشن اور ان کی طبیعت پاک و سالم ہوتی ہے۔ ان میں جاہ طلبی، شہرت طلبی، ثروت طلبی وغیرہ نہایت کم پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جوانوں میں تحولِ اَخلاق آسان تر ہے البتہ بزرگ اور سن رسیدہ افراد کو مایوس نہیں ہوجانا چاہیے کہ ان کے اندر اَخلاقی تحول نہیں ہوسکتا۔

انقلاب، معنویات اور اَخلاقِ اسلامی کے بغیر ناممکن

انقلابِ اسلامی مکمل طور پر فقط اس صورت میں تحقق پاسکتا ہے جب ملت حقیقی طور پر مسلمان اور مومن ہوجائے۔ اسلام کا ایک حصّہ افراد کے عمل سے متعلق ہے جس کی بنا پر نظامِ کلی اجتماعی عالمِ وجود میں آتا ہے اور دوسرا حصّہ افراد کے ذاتی اور شخصی عقائد، کیفیاتِ روحی اور عمل و کردار پر مشتمل ہے۔ اگر اسلامی انقلاب اور جمہوری حکومت تمام مادی اور معنوی وسائل کے ہوتے ہوئے لوگوں کے قلوب اور خلقیات کو اسلامی نہیں کرسکی ہے جو دیرینہ غلط تربیت کی بنا پر عالمِ وجود میں آئے ہیں تو یہ انقلاب قطعاً کامیاب اور حقیقی نہیں ہے۔ حقیقی انقلاب وہ انقلاب ہے جو عوامی ہے، اجتماعی اور اقتصادی حوالوں سے انقلاب، عوامی انقلاب کی فرع اور شاخ ہے۔ اگر لوگوں کے قلوب تبدیل نہ ہوں تو ایسا انقلاب اور اقتصادی، سیاسی تبدیلیاں لاحاصل ہیں۔ بحمد اللہ! ہمارے یہاں اوائل میں روحی انقلاب رُونما ہوا کہ جو بذاتِ خود ایک نہایت اہم قدم تھا اور جس کا نتیجہ وہی سامنے آیا جو آج ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے

ہیں۔

اس انقلاب کی بدولت جو کچھ رُونما اور واقع ہوا اگر مزید دوام اور استحکام حاصل نہ کر سکے اور موجودہ اور آیندہ نسلوں کو اپنے اندر شامل نہ کرسکنے کے علاوہ خدانخواستہ ظاہراً تو اسلام، جمہوری اسلامی اور انقلاب اسلامی باقی رہ جائے لیکن درحقیقت واقعیت کچھ اور ہو تو یہ انقلاب قطعی طور پر موفق اور کامیاب نہیں ہے۔ خدانخواستہ ایسی صورت پیش آنے سے پہلے ہم خدا سے پناہ کے خواستگار ہیں۔ ہمیں کسی بھی صورت میں ایسے حالات پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ دشمن آج انھی نکات اور پہلوؤں پر آنکھیں گاڑے ہوئے ہے۔ تمام افراد خاص طور پر علما حضرات کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کی تربیت اور قلبی، روحی اور اخلاقی انقلاب کے استحکام کے لیے کوشاں رہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ کے دوران میں اس مملکت کے بعض جوانوں میں ایک معنوی اور حقیقی انقلاب پیدا ہوگیا تھا۔ شہدا کے وصیت نامے، جن کے مطالعے کے لیے امام خمینیؒ نے تاکید کی ہے اسی لیے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک منفرد شخص کے انقلاب کی عکاسی ہے۔ ان وصیت ناموں کو جب ایک انسان پڑھتا ہے تو خود بہ خود ان شہداء کے اندر پیدا ہونے والے ذاتی اور درونی انقلاب سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس روش کو عام اور رائج کریں اور ایسا کرنا ممکن بھی ہے۔ اگر ۱۰۰ فی صد ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ تو ممکن ہے کہ اکثریت کے اندر اس اندرونی اور ذاتی انقلاب کی آبیاری کی جا سکے لیکن اس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود نصیحت کرنے والے شخص کے اندر انقلاب پیدا ہو جائے اور اخلاق معنویات کے علاوہ توکل بر خدا مستحکم ہو جائے۔

بہتر ہے اس سمت میں سب سے پہلے ہم لوگ قدم آگے بڑھائیں یعنی خود

اپنی ذات سے شروع کریں۔ واقعیت یہی ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کے اندر بھی اس سلسلے میں نقص یا کمی باقی رہ گئی تو دوسروں پر ہماری بات کا غلط اثر پڑے گا۔

أخلاق، بعثت پیغمبر اکرمؐ کا ایک اہم پیغام

ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح کریں، اپنے أخلاق کی اصلاح کریں، خود کو باطنی لحاظ سے خدا سے قریب کریں، ایک فرد کی حیثیت سے شخصی اور ذاتی اصلاح کریں۔ خداوند کریم کی آیات کا مشاہدہ کریں اور قرب خداوندی حاصل کریں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہماری یہ ذاتی و فردی مسئولیت کی انجام دہی، ہمارے دوسرے افراد اور معاشرے سے متعلق أمور اور فرائض کی بہتر طور پر انجام دہی میں معاون ثابت ہوگی۔ آج ہمیں ضرورت ہے کہ أخلاق اور تزکیۂ نفس کے سلسلے میں اپنی ذات اور دوسرے افراد و معاشرہ کے لیے مجاہدت کریں۔

بعثت کے اہم پیغامات میں سے ایک پیغام یہی تھا۔

أخلاق حسنہ

ہمارے یہاں الٰہی حدود و مقررات نافذ ہو چکے ہیں، اسلامی نظام اور عدالت اجتماعی تحقق پا چکی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام مراحل کو طے کرنے کے بعد بھی ہم ابتدائی منازل یا پہلے ہی مرحلے میں ہیں۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ افراد جو اس اسلامی نظام کے تحت پُرسکون اور عادلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان میں أخلاق حسنہ کے حصول کے لیے رغبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ تشکیل حکومت کا اصل ہدف یہی ہے۔

لوگ خود بہ خود أخلاق کی جانب قدم بڑھائیں۔ أخلاق حسنہ کا حصول، تکامل معنوی، روحی اور معرفت کا موجب ہوتا ہے۔ اسی راستے کے ذریعے انسان کامل بنا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

''مجھے اسی لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ فضائلِ أخلاق کی تکمیل کروں''۔

یہ حدیث شیعہ اور سنّی دونوں جانب سے نقل ہوئی ہے۔

یہاں لفظ إِنَّمَا نہایت اہمیت کا حامل ہے، یعنی میری بعثت کا ہدف ہی فضائل أخلاق کی تکمیل ہے۔ بقیہ تمام چیزیں مقدمہ کے طور پر ہیں: لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ، تا کہ مکارمِ أخلاق تمام ابنائے نوع کے درمیان جگہ بنا لے اور میری اُمت کمال تک پہنچ جائے۔

اگر کسی اسلامی معاشرہ میں أخلاقِ الٰہی اور أخلاقِ اسلامی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور معاشرہ بے راہ روی، خود پرستی، کج روی جیسی صفات کی دلدل میں پھنس کر رہ جائے تو کس طرح اس حکومت کو اسلامی اور الٰہی حکومت کہا جاسکتا ہے؟

حکومت اسلامی فقط وہی حکومت ہوسکتی ہے جس میں تمام أخلاق و صفات رائج ہوں اور یہی إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ کی اساس بھی ہے۔ آج موجودہ دنیا کو اسی اساسی شے کی ضرورت ہے۔ لیکن مادی دنیا اس خصوصیت سے کلی طور پر محروم ہے۔

أخلاق کے اثرات وثمرات

پیغامِ انقلاب اسلامی، پیغامِ معنویت، أخلاق، قربِ خدا اور اس عنصر کو انسانی زندگی میں راسخ کرتا ہے۔ جہاں جہاں اسلامی انقلاب کے پیغام نے اپنے جھنڈے گاڑے ہیں وہاں وہاں معنویت کو اپنے ساتھ لے کر گیا ہے، حتیٰ کہ بعض عیسائی اور غیر اسلامی ممالک اور معاشروں میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر (ایک طرف) ان

معاشروں میں انقلابِ اسلامی سے درس لیا گیا اور استفادہ کیا گیا ہے تو (دوسری طرف) معنویت نے بھی اپنی جگہ بنائی ہے اور یہی معنویت انقلابِ اسلامی کا اوّلین پیغام ہے۔

معنویت اور اَخلاق سے عاری علم ایٹم بم کے مانند

اگر علم، معنویت، وجدان، اَخلاق، عواطف اور بشری احساسات سے عاری ہو تو کسی بھی صورت میں بشر کے لیے مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ علم، اَخلاق و معنویت کے بغیر ایٹم بم کے مانند ہے جہاں گرے گا معصوم افراد کو قتل کرے گا۔ ایسا علم، علم نہیں بلکہ اسلحہ بن جاتا ہے اور پھر لبنان، فلسطین اور دیگر جگہوں کے غیر فوجی افراد کو اپنا ہدف قرار دیتا ہے۔ ایسا علم مہلک کیمیکل بن جاتا ہے اور پھر دنیا میں نہ جانے کہاں کہاں مرد و زن اور بچوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اس طرح کے مہلک کیمیکل کہاں سے نمودار ہوئے؟ یہ سب نام نہاد علمی مراکز اور یورپی ممالک سے صادر ہوئے ہیں۔ ان جگہوں پر ان مہلک اشیا کو تیار کیا گیا اور پھر نااہل حکومتوں کے حوالے کر دیا گیا ہے اور پھر نتیجہ وہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ موجودہ مختلف النوع اسلحہ جات ابھی تک دنیا کو آرام نہیں بخش سکے ہیں اور نہ ہی بخش سکتے ہیں۔ یہ سب اس لیے ہے کیونکہ اَخلاق و معنویات کو علم سے جدا کر دیا گیا ہے۔ ہم نے تمدنِ اسلامی اور جمہوری اسلامی نظام میں اس بات کی کوشش کی ہے اور اسی کو اپنا ہدف بنایا ہے کہ علم کو اَخلاقیات اور معنویات کے ساتھ لے کر چلیں۔

maablib.org

فصلِ پنجم

اِیمان

maablib.org

ایمان کی علامتیں

خدا سے ڈرنا، گناہ کا مرتکب نہ ہونا، بندگانِ خدا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، دشمنانِ خدا کے ساتھ سختی اور دشمنی سے پیش آنا اور مومنوں کے چھوٹے موٹے اختلافات کو نظر انداز کر دینا وغیرہ ایمان کی علامتیں ہیں۔

درحقیقت، ایمان اگر محبت و خلوص جیسے رابطوں سے عاری ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ محبت ہی ہے جو میدانِ عمل میں ایمان کو اہمیت و ارزش بخشتی ہے۔ محبت و خلوص کے بغیر کسی تحریک کو آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عشق و محبت کا عالی ترین عنوان ''محبت اہلِ بیتؑ'' ہمارے پاس ہے۔ اس محبت کا عروج ہمیں کربلا میں روزِ عاشورا دیکھنے کو ملا کہ چند افراد پر مشتمل ایک گروہ نے تاریخ وتمدنِ تشیع کی ایسی (شان دار) بنیاد ڈالی کہ آج بھی اس تاریخ وتمدن کے نقوش روز بروز روشن ہوتے جارہے ہیں۔

دنیا میں رونما ہونے والے انقلاب، حکومتیں، ادارے وغیرہ اس وقت منحرف ہوتے ہیں جب ان کے اندر معنویت، ایمان، خدا سے رابطہ وغیرہ کا فقدان ہوجاتا ہے۔ انقلاب جمہوری اسلامی ایران سے متعلق بھی اگر غور کیا جائے تو ہمیں انھیں مقامات پر شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے جہاں مذکورہ بالا صفات کا فقدان پایا گیا۔

ہمارے اور خداوند عالم کے درمیان تعلق و ارتباط کو غیر اہم شمار نہیں کیا جانا چاہیے۔ ہماری زندگی کا انحصار ہی اس رابطے اور تعلق پر ہے۔ یہی رابطہ ہے جو دشمن

سے مقابلہ کرتے وقت ہمارے دل کی تقویت کا باعث بنا رہتا ہے۔ یہی رابطہ ہے جو ہمیں مومنوں سے محبت کرنے پر اُکساتا ہے تاکہ ہم آپس کے اختلافات کو نظرانداز کر سکیں۔ یہی رابطہ ہے جو ہم سے کہتا ہے کہ اپنی خواہشات کی بنا پر ہم حقائق کو نظرانداز نہ کریں، اپنی ذاتی غرض کی خاطر خدائی مصلحتوں کو فراموش نہ کریں۔ یہی رابطہ ہے جو ہمیں صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے سے بچاتا اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات و مسائل کو ہمارے لیے آسان بناتا ہے۔ یہ ایسا رابطہ اور تعلق ہے جو ہمیشہ اور ہر حال میں ہمارے لیے ممکن ہے۔

جمہوری اسلامی ایران کی اسلامی تحریک، اسلامی انقلاب اور اس کی برکت سے دوسری اسلامی اقوام و ملتوں کے پاس آج جو کچھ بھی ہے وہ خدا پر توکل، خدا پر بھروسا اور ذکرِ خدا کی وجہ سے ہے۔ اس طرف سے ہمیں کسی لمحے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر خدا پر بھروسا اور توکل نہ ہوتا تو مشکل ہی سے تصور کیا جاسکتا تھا کہ ایران میں بھی اسلامی انقلاب آسکے گا۔

اس اسلامی انقلاب کی اساس اور بنیاد انسان سازی پر رکھی گئی ہے۔ پہلے مرحلے میں انسان سازی یعنی دل کی تعمیر اور روح کا آباد کرنا ہے۔ دنیا اگر نعمتوں اور لذتوں سے معمور ہو لیکن انسانی اَخلاق، انسانیت اور دین داری سے عاری ہو تو یہ دنیا اہلِ دنیا کو کچھ نہیں دے سکتی، بشریت کو آسایش اور تسکین نہیں بخش سکتی۔ انسان کی آسایش کی تسکین کا سامان اس اَخلاق سے فراہم کیا جاتا جس کا سرچشمہ دین ہے۔ دنیا میں اگر اَخلاق و معنویت اور دین نہ پایا جائے تو وہی ہوگا جس کا ہم آج اس دنیا میں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ چند استکباری قوتیں اور طاقتیں دنیا کی ایک بڑی مظلوم آبادی پر اپنے مظالم کا منھ کھولے ہوئے ہیں۔

اسلامی انقلاب کے عوامل

اسلامی انقلاب کن عوامل کی بنیاد پر عالمِ وجود میں آیا ہے؟ اسلامی انقلاب کسی ایک وجہ سے نہیں بلکہ متعدد و مختلف عوامل کی بنا پر رُونما ہوا ہے۔ اسلامی انقلاب کو سمجھنے کے لیے علمی، تاریخی، جامعہ شناس اور عمیق و دقیق نگاہ کی ضرورت ہے کہ انسان آئے اور غور وفکر کرے۔ البتہ یہ انقلاب کن عوامل کی بنا پر رُونما ہوا، ایک طویل علمی بحث ہے لیکن اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وہ چیز جس کے ذریعے اس انقلاب کی روح اور گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے، وہ حبِ خدا، الٰہی وظائف کی انجام دہی اور قیام للہ یعنی خدا کے لیے اُٹھ کھڑے رہنا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض افراد کے اذہان میں دوسرے عوامل مثلاً جنگ وغیرہ بھی آئیں لیکن یہ بھی صحیح ہیں اور یہ بھی اس انقلاب کی علتوں میں شامل ہیں۔

اسی طرح کی علتیں انقلاب سے پہلے بھی اذہان میں پائی جاتی تھیں اور یہ انقلاب کے رونما ہونے میں مؤثر تھیں لیکن ان تمام عوامل کے پسِ پشت بھی ایک طاقت کارفرما تھی اور وہ تھی روحِ دینی اور ذمہ داری و وظیفہ کی انجام دہی کے احساس کی طاقت کیونکہ ظلم وستم سے مقابلہ، فساد سے مبارزہ، پسماندگی، فقر وغیرہ سے جنگ ان موارد میں سے ہیں جو رضائے الٰہی کا باعث بنتے ہیں۔ خداوندِ عالم نے بھی انسان کے لیے مختلف مقامات پر اس طرح کے احکامات بیان فرمائے ہیں۔

اگر دینی عنصر نہ پایا جائے تو اس طرح کے عوامل سماج کے ہر طبقے میں عمیق و وسیع صورت میں سامنے نہیں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ انقلاب ایک نہ ختم ہونے والا انقلاب ہے۔ اگر دینی عنصر نہ پایا جائے تو کوئی بھی تحریک ہو مختصر سے عرصے کے بعد دم توڑ دیتی ہے۔

چند معین شدہ افراد ایک سمت میں آگے بڑھتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ

اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھ جاتے ہیں یا چند افراد اپنے اہداف تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور چند دیگر حکومت و جاہ وحشم (کے چکر) میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ ایک گروہ عیش و عشرت کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا فقر و فاقہ کا۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال دنیا کی مختلف تحریکوں اور انقلابوں میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے کیونکہ ان تحریکوں میں اسم خدا، کلامِ خدا، یادِ خدا، عنصر عبادت و اِخلاص نہیں پایا جاتا تھا۔ امام خمینیؒ کے جیسا کوئی الٰہی معنوی رہبر موجود نہیں تھا، لہٰذا یہ تحریکیں اپنا ذرا سا بھی اثر چھوڑے بغیر مختصر سے عرصے میں ختم ہو گئیں لیکن اسلامی انقلاب میں معاشرے کے سارے افراد، مرد و زن، بوڑھے، بچے شریک تھے حتیٰ کہ ایسے افراد بھی اس انقلاب میں پیش پیش تھے جو اجتماعی اُمور میں کبھی دخیل نہیں رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے افراد کو بھی دیکھا گیا کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی میں خود اپنی خاطر بھی کوئی بڑا اور پُرخطر کام انجام نہیں دیا تھا۔

یہ تھا اسلامی انقلاب اور ایسا انقلاب کہ ساری اسلامی تاریخ پہلی اسلامی حکومت کے بعد سے ہمارے زمانے تک ایسا انقلاب نہیں دکھا سکتی۔ آخر یہ کیسا انقلاب تھا؟ اس انقلاب کے پس منظر میں کون سی طاقت کارفرما تھی؟

یہ طاقت تھی اسلامی طاقت، قرآنی طاقت، دینی طاقت اس انقلاب کی بنیاد اس نکتہ پر رکھی گئی تھی کہ آیندہ آنے والی حکومت ایک اسلامی حکومت ہوگی۔ قوانین اسلامی قوانین ہوں گے۔ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں آپ کو اور کہیں نہیں ملے گا۔

البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کچھ افراد ناشکری کر رہے ہیں۔ خدا کی نعمتوں کو حقیر شمار کرتے ہیں۔ بطورِ مثال اگر کسی عدالت نے کوئی ایسا حکم صادر کر دیا ہے، کسی سرکاری افسر نے کہیں کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو ان لوگوں کے مزاج اور

مرضی کے خلاف ہوتی ہے تو ایک واویلا مچ جاتا ہے۔ وہ انقلاب، حکومت، جمہوری اسلامی ولایت یعنی اس عظیم تحریک کے تمام جوانب پر ایک سوالیہ نشان لگا دیتے ہیں۔ ہر چیز کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں جب کہ یہ لوگ اصل حقیقت سے آشنا نہیں ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج انقلاب کے اتنے سال بعد بھی دنیا کے کونے کونے سے مسلمان دانش ور اور علما حضرات ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں اور ہم سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ایران میں زندگی گزار رہے ہیں، آپ نے اپنے ہاتھوں سے انقلاب کی آبیاری کی ہے، آپ کو احساس نہیں ہے کہ آپ کا برپا کیا ہوا یہ انقلاب کتنا عظیم انقلاب ہے، یہ انقلاب تاریخ کا منفرد انقلاب ہے۔

ایک ایسا ملک جو امریکہ کی پناہ گاہ تھا، جس کے وزراء دنیا کی استکباری طاقتوں کے آگے جبہ سائی کرتے تھے، جس ملک کی حکومت حاکموں کے گھروں (خاندانوں) میں تقسیم ہوتی تھی، جہاں روز بروز معاشرے کو دین سے جدا کیا جا رہا تھا، عوام کو زبردست اخلاقی پسماندگی، جنسی بے راہ روی کی طرف مائل کیا جا رہا تھا، اگر ایسے ملک میں کوئی آئے اور ایک مستقل، آزاد اور عوامی حکومت کی بنیاد رکھے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ عوام کے عام طبقے سے لے کر خواص تک بھی انسان، پارلیمنٹ کے اراکین، قوہ قضائیہ و مجریہ اور فوج وغیرہ کے ذمہ دار افراد بھی مومن و متدین ہیں۔ ان میں سے بعض نافلہ خوان اور نماز شب کے پابند بھی ہیں۔ ایران کوئی عام ملک نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ جیسی طاقت سے بھی بغیر کسی خوف و خطر کے ٹکرا جاتا ہے۔

یہ معمولی نکات نہیں ہیں بلکہ قابلِ غور اور اہم باتیں ہیں۔ بہر حال اگر اسلامی حکومت کے تحت کچھ موارد ایسے مل جائیں جن پر اعتراض کیا جا سکے تو کیا حضرت علیؑ کے دورِ حکومت میں ایسے موارد نہیں تھے؟ کیا اُس وقت بد اخلاقی نہیں تھی؟ حدِ شرعی

جاری نہیں ہوتی تھی؟ کیا اس زمانے میں چوریاں نہیں ہوتی تھیں؟ یقیناً تاریخ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں چوریاں ہوتی تھیں وہیں حدودِ شرعی بھی جاری ہوتی تھی۔ قابلِ اعتراض یہ بات نہیں کہ چوری ہو اور حدِ شرعی بھی جاری ہو بلکہ قابلِ اعتراض بات یہ ہے کہ چور اور فاسد افراد کے خلاف حدودِ شرعی جاری نہ ہوں اور ان کو دین کی طرف مائل نہ کیا جائے۔

ایک معاشرے میں، ایک قوم کی تعلیم و تربیت ایک مختصر عرصے میں یعنی چند برسوں میں تو نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لیے ایک طویل زمانہ چاہیے۔ جمہوری اسلامی ایران کا اسلامی انقلاب، اتنا عظیم واقعہ! دوسرے افراد بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور ہم بھی اس بارے میں غور و فکر کرتے ہیں کہ ایک دن آئے گا کہ یہی اسلامی انقلاب ایک بڑی اور عالمی تحریک میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس انقلاب کو ایک عظیم انقلاب کہا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ بھی واضح ہے اور وہ یہ کہ امریکہ، اسرائیل، استکباری طاقتیں اور عالمی قوتیں اس اسلامی نظام کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کر پا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عظیم تحریک کی ساری دنیا مخالفت کر رہی ہے۔ ایک ایسی قوم کو جو اتنا عظیم انقلاب برپا کردے اور پھر اس انقلاب کے خاطر خواہ نتائج بھی ظاہر ہو جائیں، اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ روز بروز ترقی کی طرف مائل رہنا چاہیے۔

امریکہ اور اس وقت کی روس جیسی عالمی طاقتیں موجودہ اسلامی نظام کی روزِ اوّل سے مخالف تھیں۔ بحمد للہ روس ختم ہوگیا لیکن امریکہ ابھی تک اپنی تمام پلیدیوں کے ساتھ باقی ہے۔ امریکہ نے ایران کے سلسلے میں اپنی مخالفت اس طرح ظاہر کی کہ عراق کے پس پردہ ایران کے ساتھ آٹھ سال تک جنگ لڑی لیکن یہ اس انقلاب کی برکت تھی کہ ہماری قوم نے ان تمام مشکلات کا سامنا کیا اور دشمن کو منھ کی کھانا پڑی۔

مذکورہ عالمی استکباری طاقتوں میں سے ہر طاقت میں اتنی صلاحیت ہے کہ

ایک نظام یا حکومت کو تہ و بالا کر دے لیکن ایران کے خلاف اقتصادی پابندیاں، جدید ترین اسلحہ جات کے ذریعہ طویل جنگ اس پر مستزاد عالمی پروپیگنڈہ بھی ایران کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آٹھ سال تک طویل جنگ لڑنے کے باوجود بھی ایران کی ایک انچ زمین حاصل نہ کی جا سکی۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

یہ عظیم کارنامہ اس انقلاب اور اس نظامِ حکومت ہی کی برکت تھی کہ ایران و عراق کے مابین آٹھ سالہ جنگ ختم ہوئی اور ایک مرتبہ پھر ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے کوششیں شروع کر دی گئیں۔ آج آپ ملک کے کسی بھی گوشے میں چلے جائیں۔ آپ کو ایسے افراد مل جائیں گے جو ملک کی آیندہ خوش حالی کے لیے کوشاں ہیں۔ ملت، قوم، افسران بالا وغیرہ بھی اس سمت میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ اسی انقلاب کا اثر ہے اور یہ آیندہ بھی دوام حاصل کرے گا۔ ملک کی خوش حالی، رفاہ اور فلاح و بہبود کے لیے شروع کی گئی یہ تحریک مستقبل میں بھی باقی رہے گی۔ ہماری قوم کسی بھی صورت میں میدان چھوڑ کر فرار اختیار نہیں کر سکتی۔

یہ سب دین کی برکتیں ہیں۔ یہ انقلاب، دین و مذہب سے جدا انقلاب نہیں ہے۔ یہ سیاسی پارٹیوں اور مختلف اشخاص کے نظریات پر مبنی انقلاب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا انقلاب ہے جو ایک متدین اور مذہبی قوم کے ذریعہ عالم وجود میں لایا گیا ہے۔ لہٰذا اس انقلاب کا اصل عنصر بھی یہی ہے۔

ہمارے معاشرے کی سعادت کا راز خدا پر ایمان

ملتِ ایران اسلام ہی کے نام سے رو بہ ترقی ہے اور اسلام ہی کی خاطر جدوجہد کر رہی ہے۔ اسی بنا پر یہ عظیم واقعہ بھی رونما ہوا کہ عصرِ حاضر میں دین خدا اور اسلامی تعلیمات کی اساس پر ایک نظامِ حکومت اور معاشرے کی بنیاد پڑی۔ مادی وسائل

کے ذریعہ کسی بھی قیمت پر یہ چیز ممکن نہیں تھی۔ اسلامی اقوام، ایران کی اس اسلامی تحریک کی طرف شدت سے مائل ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اس اسلامی مملکت کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان قومیں ایران کے اسلامی انقلاب کے متعلق پُر امید ہیں اور اسی لیے اس سمت میں حرکت بھی کر رہی ہیں۔ آج دنیا میں شاید ہی کوئی مسلمان قوم ہو جو اس اسلامی تحریک سے متاثر نہ ہو۔

مسلمان قوموں میں اس انقلاب سے متعلق یہ اُمید و تمایل اسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے۔ جب ہم دین خدا پر ایمان رکھتے ہوئے ذرہ برابر انحراف کا شکار نہ ہوں۔ عالمی طاقتوں، عالمی مسائل، ملکی سیاست، خارجی و داخلی سیاست سے بھی ہم مذکورہ صورت ہی میں مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ اس رازِ سعادت یعنی ایمان بہ خدا کو اپنی زندگی اور معاشرے میں لمحہ بہ لمحہ قوی اور مستحکم کریں۔ ملک و ملت کو اسلامی تعلیمات کی طرف زیادہ سے زیادہ راغب کریں۔ معاشرے کے جوان طبقے کو اسلامی تعلیم و تربیت پر عمل پیرا ہونے کی عملی دعوت دیں۔ ہماری دانش گاہوں کا فریضہ ہے کہ وہ جوانوں کو نہ صرف عالم بلکہ مسلمان اور باعمل عالم بنا کر معاشرے میں پیش کریں اور یہی اسکولوں اور کالجوں وغیرہ کی بھی ذمہ داری ہے۔ غیرازیں یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو اس قدر رائج کریں کہ دوسرے تمام (بے دینی و مغربی) تعلیمات و افکار ماند پڑ جائیں۔

خدا پر ایمان اسلامی فوج کا امتیاز

اگرچہ فوج کے لیے اسلحہ وغیرہ بنیادی ضرورتوں میں سے ہے لیکن وہ چیز جو

ہماری اسلامی فوج کو دوسری افواج سے ممتاز کرتی ہے وہ خدا پر ایمان، فرمانِ الٰہی کی انجام دہی اور جہاد فی سبیل اللہ کا احساس ہے۔ یہ وہ اصل عنصر ہے کہ اگر اس کو جدا کردیا جائے تو ہماری اسلامی فوج بھی دوسرے ممالک کی افواج کی طرح فقط افراد پر مبنی فوج ہو کر رہ جائے گی، یعنی اگر اسلحہ جات، افراد، استعداد وغیرہ پر تسلط حاصل ہوگیا تو ممکن نہیں ہے کہ استقامت پیدا ہو جائے لیکن اگر دشمن کی طاقت ہم سے ذرا سی زیادہ ہوگئی تو ممکن ہے کہ ہم مقابلہ کرسکیں۔ آج ہم سب پر واضح ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں تعداد اور افراد یعنی مادیات کے لحاظ سے اسلامی مملکت اور افواج سے قوی تر ہیں۔ قوی تر اس صورت میں جب ہم ایمان کو اسلامی افواج سے خارج کردیں۔ لیکن اگر ایمان کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسلامی لشکر کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یہی وہ عنصر ہے جس کو ہمیں اپنی فوج میں راسخ کرنا ہے ورنہ ظاہری قدرت و طاقت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے، کیونکہ صرف اتنا ہی تو ہے کہ یہ طاقتیں ہم سے اس میدان میں آگے ہیں۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس میدان میں ہم بھی ان کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ ایمان ایک ایسا عامل اور ایک ایسا عنصر ہے جو ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسے اپنی دفاعی افواج کی رگ رگ میں داخل کردیں۔

ہمارے انقلاب کی تاریخ ہے کہ ہم جب بھی فاتح ہوئے اسی ایمانی قوت کی بنا پر اور جب بھی ہم نے دشمن کے ہاتھوں شکست کھائی، اسی ایمان کے نہ ہونے کی بنا پر۔ اگر عراق کے خلاف ہماری دفاعی جنگ میں کیے گئے ہمارے مختلف فوجی آپریشن کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ یہی برآمد ہوگا۔ جہاں جہاں ہمارے قلوب حرارتِ ایمانی سے شعلہ ور تھے وہاں وہاں ہم نے تمام رکاوٹوں کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا تھا اور جس جس مقام پر ہم نے مادیات اور ظاہری فتوحات کی طرف مائل ہو کر فرمانِ الٰہی

اور احکامِ شرعی کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ اس مقام پر مغلوب ہو گئے تھے۔

خدا کے ساتھ رابطے کی برقراری ہم سب کی ذمہ داری

اس مقام پر ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کی شناخت کریں۔ ہم میں سے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ خدا پر ایمان اور خدا کے ساتھ رابطے کو برقرار رکھے اور کسی بھی قیمت پر اس کو منقطع نہ ہونے دے۔ خدا کے ساتھ رابطہ و ارتباط سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے دل، عمل، اخلاق، اور رفتار و گفتار کو رضائے الٰہی کے مطابق بنائیں۔ خود پرستی، دروغ گوئی، تہمت، فریب، نفس پرستی و خواہشاتِ نفسانی سے پرہیز کریں۔ یادِ خدا، ذکرِ خدا، توجہ بہ خدا، نفسِ امارہ کی مخالفت اور عباداتِ حقیقی کو روز بروز اپنے اندر قوی سے قوی تر کریں۔ یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں ہماری ملت کے اسلامی مجاہدین کی شجاعت، قدرت توانائی، ایثار، روحی استقلال، خود اعتمادی اور خدا پر توکل وغیرہ کے متعلق جو کچھ گزرا ہے وہ ہر طرح قابلِ تعریف ہے۔ ہماری ملت کے شجاع مردوں اور غیور عورتوں نے دورِ حاضر کی عالمی طاقتوں کے جدید ترین اسلحوں کا مقابلہ کیا ہے اور انھیں ناکارہ بنا دیا ہے۔ ان واقعات کا بیان آخر کس طرح کیا جا سکتا ہے! ان واقعات کو محض قلم و قرطاس سے مقید نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ اس سے ماوراء ہیں۔

ایمانی قوت کے مقابل استکباری قوت کی کوئی حیثیت نہیں

دورِ حاضر کے عالمی استکبار کے پاس کیا ہے؟ آخر امریکہ کے پاس کیا ہے کہ مختلف ممالک اور حکومتوں پر اپنا حکم چلاتا ہے؟ مادی اسلحہ، پیسہ، ایٹم بم، جنگی جہاز، جدید ٹیکنالوجی...... اور کیا ہے؟ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظاہری قوت کے لحاظ سے یہ چیزیں یقیناً اہمیت کی حامل ہیں لیکن ایمان کے مقابلے میں ان کے پاس کیا ہے؟ ایمان ایک

ایسی طاقت ہے کہ امریکہ کی ساری ظاہری توانائی و طاقت بھی اس ایمانی طاقت کے مقابلے میں صفر ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ہماری ملت اس ایمانی قوت سے مالا مال ہے اور یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کی ظاہری طاقتیں مل کر بھی ایران کے اسلامی انقلاب کو مغلوب نہیں کر سکتیں۔ ملت ایران اس عمیق ایمان کی بنا پر ایک مغلوب نہ ہونے والی ملت ہے۔ کوئی طاقت اس ملت کو شکست نہیں دے سکتی، نہ خارجی دشمن، نہ داخلی دشمن۔

نصرتِ خدا اور مومنین پر اعتماد

ہمیں اہم اُمور کے سلسلے میں فقط خدا کی نصرت اور عوام الناس کے ایمان پر تکیہ کرنا چاہیے۔ ظاہری طاقت و قوت، اسلحہ، پیسہ وغیرہ کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔ البتہ اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ نصرتِ الٰہی اور عوام الناس کا ایمان ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہیں، یعنی جب ہم خدا اور نصرتِ خدا پر بھروسا کریں گے تو خود بہ خود لوگوں کے قلوب خداوندِ عالم کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

خداوند تبارک و تعالیٰ نے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم ترین ذمہ داریاں عطا کرنے کے بعد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ انفال:۶۲)

"یعنی اسی نصرتِ خدا اور مومنین کی امداد نے تمھیں آگے بڑھنے میں مدد کی ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ جب ظاہری طاقتیں حق کے مقابل آتی ہیں تو ہیچ ہو جاتی ہیں۔ اگر باطل سے بے اعتنائی برتی جائے اور اپنے ارادے اور نصرتِ خدا کے سہارے اس کا مقابلہ کیا جائے تو باطل کچھ نہیں کر سکتا۔ جب بھی عوامی

طاقت کے ذریعے اس کا مقابلہ کیا جائے گا باطل خود بہ خود عقب نشینی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس ایمان کو قوی اور مستحکم ہونا چاہیے اور ملت کو اپنی ایمانی طاقت کے سہارے پیش قدمی کرنی چاہیے یعنی نصرتِ الٰہی پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔ مشکلات و مسائل سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ دشمن ہمارے اندر سرایت نہ کر سکے۔ ماضی میں ایسے افراد تھے جو نہایت سطحی افکار کے حامل تھے اور فقط ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کرلیا کرتے تھے۔ البتہ ان افراد کو متہم نہیں کیا جاسکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ افراد باور نہیں کرپاتے تھے کہ ہماری قوم بھی دشمن کا خاطر خواہ مقابلہ کرسکتی ہے لیکن وہ شخص جو تاریخ اور سنت الٰہی سے آشنا ہے وہ مقاومت کرتا ہے اور اپنے ارادے کو مضبوط اور قوی بنائے رکھتا ہے۔

اسلام پر ایمان

اسلامی دنیا میں جو اہم ترین حادثات و واقعات رُونما ہوئے ہیں ان میں کلیدی کردار اسلام پر ایمان ہے۔ چونکہ ہم اسلام کی خاطر فداکاری اور ایثار کرتے ہیں لہٰذا خداوندِ عالم بھی ہماری نصرت کرتا ہے۔ جمہوری اسلامی ایران چونکہ خدا، اسلام اور قرآن کی پیرو مملکت ہے، لہٰذا دنیا کی دوسری اقوام بھی ایرانی قوم کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

امام خمینیؒ چونکہ صادقانہ اور مخلصانہ طور پر اپنی تحریک کو لے کر آگے بڑھے تھے۔ اسی لیے دنیا میں اُن کو ایک اہم اور محترم مقام ملا اور اسی لیے اُنھوں نے دنیا کو متاثر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ خداوندِ عالم نے بھی ان کی مدد فرمائی اور دورِ حاضر کا اتنا بڑا کارنامہ انجام پذیر ہوا۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کا راز جو ہم اب تک کشف کر سکے ہیں وہ ایمان ہے اور یہی وہ راز ہے جس کی تہ تک ہمارے دشمن یعنی دنیا بھر کی استکباری طاقتیں پہنچ گئی ہیں۔ اوائل اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی طرح ایک بار پھر دشمن اپنی تمام تر قوت و طاقت کے ساتھ ہمارے اس ایمان سے نبرد آزما ہے۔ لہٰذا دشمنی کی اصل وجہ ایمان ہے۔ آج دنیا سمجھ گئی ہے کہ ایران اسی ایمان کی بنا پر متحد رہے گا اور اپنے رہبر کا انتخاب کرے گا۔ یہی ایمانی قوت ہے جس کی بنا پر ایران کسی بھی طاقت سے خوف زدہ نہیں رہتا۔ ایران کی ترقی، عروج، فلاح و بہبود سب کچھ اس ایمان کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا آج دنیا ہمارے ایمان، ہمارے مذہب کی وجہ سے ہماری مخالف ہوگئی ہے اور چاہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام اور اسلامی انقلاب کو مخدوش کر دیا جائے۔ اپنے خیال میں وہ لوگ ہمیں بُرا بھلا کہتے ہیں، ہمیں قدامت پسند کہتے ہیں درحالیکہ اس صورت میں بھی وہ ہماری تعریف ہی کرتے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اسلامی اصول و تعلیمات کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ یہی ہماری بلندی و قدرت کا راز ہے۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران میں دنیا بھر نے ہمارے خلاف پروپیگنڈا کیا ہے۔ ہماری ملت ایسے افراد کو کسی بھی شکل میں معاف نہیں کرسکتی جو کسی نہ کسی صورت میں اسلام کی اہانت کرتے رہتے ہیں۔ اسلام و ایمان ہماری عزت اور ہماری نصرت ہے۔ یہی اسلام و ایمان ہماری دنیا و آخرت کا ضامن ہے۔

اسلامی انقلاب اور خدا پر ایمان

دنیا کے دوسرے انقلابیوں کے برخلاف ہمارا اسلامی انقلاب، ایمانِ الٰہی کی بنا پر عالمِ وجود میں آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انقلاب کے حامی اور پیرو دنیا کی کسی بھی

مادی طاقت کے آگے سر خم نہیں کرتے۔

وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (آل عمران۳:۱۷۰)

اسلامی، الٰہی اور معنوی ایمان کی خصوصیت، خدا پر کامل ایمان ہے۔ یہ ایمان اولاً اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ انسان دشمن سے خوف زدہ نہ ہو اور ثانیاً وہ انسان جو خدا پر یقین رکھتا ہے، اپنا فرض نبھاتا اور ذمہ داری ادا کرتا ہے اور نتیجے کی پروا نہیں کرتا، یعنی اگر قتل کر دیا گیا تب بھی فاتح اور اگر زندہ بچ گیا تب بھی فاتح۔ ایسا شخص چونکہ مخلصانہ کام کرتا ہے، لہٰذا خداوند عالم اس کی کوشش رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ایک نہ ایک دن اس کا خون رنگ لاتا ہے اور نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک مومن اس طرح سوچتا ہے۔ امام خمینیؒ، اس انقلاب کے بانی، اسی نظریے کے معتقد تھے۔ اسی لیے آپ جنگ، سیاست، اقتصادیات، سماجیات وغیرہ کسی بھی میدان میں کبھی تذبذب کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ امام خمینیؒ کا راستا اور منزل واضح تھی۔ لہٰذا بغیر کسی تردید و تذبذب کے استقامت کے ساتھ انقلاب کو اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا گئے۔

قربتِ خدا اور ہماری اسلامی حکومت

ہم سبھی کی سعی و کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خدا کو اپنے (اعمال) سے راضی کر سکیں۔ ہماری اور ہمارے انقلاب کی کامیابی کا راز بھی یہی ہے۔ ایک ایسا نظام کہ ساری دنیا کی مادی طاقتیں جس کی مخالفت کر رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ اس کو نیست و نابود کر دیں، بحمداللہ روز بروز مستحکم اور قوی ہو رہا ہے۔ اگر ایران میں اسلامی نظام کے علاوہ اور کوئی دوسرا نظام ہوتا تو نہ جانے کب کا گذشتہ تاریخ ہو گیا ہوتا۔

ہم نے گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں کبھی اپنے اصولوں کی پامالی نہیں کی ہے۔ ہمارے جو اصول اوائلِ انقلاب میں تھے، آج بھی وہی ہیں اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہیں گے۔ موجودہ اسلامی نظامِ حکومت کی استقامت اسی قربتِ خدا کی بنا پر رہی ہے۔

آج دنیا کے مختلف ممالک میں ایران کے اسلامی انقلاب کے نام پر نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ ہم یورپ، افریقہ، ایشیا وغیرہ کے مسلمانوں سے ایسے کون سے رابطے مستحکم کر سکے ہیں کہ امام خمینیؒ کی افسوس آور رحلت کے بعد ان مسلمانوں نے ہم سے اظہارِ ہمدردی کیا تھا؟ امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد ایک ایرانی وفد کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا۔ وہاں کے عوام نے اس وفد کا استقبال اس طرح کیا کہ ان کے ہاتھ پشتِ گردن پر تھے اور وہ سب گریہ زاری کر رہے تھے۔ ہم میں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں یہ رابطہ کس نے ایجاد کیا؟ ہم نے؟ قطعاً نہیں، ہمارے اور ان کے درمیان یہ روحی و قلبی رابطہ خداوندِ عالم نے خلق کیا ہے۔

قرآنِ کریم میں خداوندِ عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہا ہے:

وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ (سورۂ انفال ۸:۶۳)

یعنی اے رسولؐ! اگر تم دنیا کی ساری دولت خرچ کر دیتے تب بھی تم لوگوں کے قلوب کو نزدیک نہیں لا سکتے تھے"۔

اسی طرح اگر دورِ حاضر میں ہم بھی اپنی ساری دولت خرچ کر دیں تب بھی ہمارے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ لوگوں کے درمیان روحی و قلبی ارتباط قائم کر سکیں۔ چونکہ فقط خدائے تبارک و تعالیٰ سے قرب ہی لوگوں کے درمیان رابطہ و محبت کا باعث بنتا ہے۔

اسلام دینِ توحید ہے، توحید یعنی خدائے بزرگ کے ماسوا کسی کی عبادت نہ

کرنا، کسی کے آگے سرتسلیم خم نہ کرنا، یعنی نظام وحکومتِ بشری کا گریباں چاک کر دینا اور شیطانی و مادی طاقتوں کے طلسم کو ختم کر دینا۔

توحید یعنی خدا کے ذریعے دیئے گئے مظلوم کی ظالم پر فتح کے سلسلے میں وعدے پر یقین کامل رکھنا، رحمت خدا سے پُرامید ہونا اور شکست کے احتمال سے نہ گھبرانا۔

توحید یعنی خدائے عزوجل پر اعتماد، یقین اور بھروسا۔

حیاتِ طیبہؑ اور اسلام

آپ جس وقت عبادتِ خدا انجام دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، کسی غریب کی مدد کرتے ہیں یا کوئی دوسرا نیک عمل انجام دیتے ہیں تو آپ کو اندرونی لذت حاصل ہوتی ہے۔ یقیناً آپ نے اس روحانی لذت کا احساس کیا ہوگا۔ یہ احساس کسی مادی فعل کی انجام دہی کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس احساس کا مشاہدہ فقط وہی افراد کرسکتے ہیں جو خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہر مومن کی زندگی میں اس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کسی کی زندگی میں کم اور کسی کی زندگی میں زیادہ۔ بعض اوقات انسان ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اپنی اس حالت کو برقرار رکھنے کے لیے وہ اپنا سب کچھ قربان کرسکتا ہے۔ البتہ انسان کی مادی زندگی اس کو اس روحانی حالت سے باہر نکال دیتی ہے اور اسی لیے یہ روحانی حالت شاذ ونادر ہی حاصل ہو پاتی ہے۔

وہ افراد جو خدا پر ایمانِ کامل نہیں رکھتے ہیں اس طرح کی روحانی کیفیات سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے۔ ایسے نہ جانے کتنے افراد ہوں گے کہ مادی زندگی گزارنے کی بنا پر انھوں نے اپنی ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی اس (روحانی) لذت بخش کیفیت کا احساس نہیں کیا ہوگا۔

اسلام اسی ہدف کے تحت نازل کیا گیا تھا کہ انسان کو اس عظیم مقام کی طرف

لے جائے جو اس کی منزلِ مقصود ہے۔ اسلام قلوب کو منور اور روشن کرنے آیا تھا۔ برائیوں کی جگہ نیکیوں کو رائج کرنے آیا تھا کہ ان راہوں سے ہم مذکورہ روحانی و معنوی لذت کا احساس کر سکیں اور نہ صرف محرابِ عبادت ہی میں بلکہ اپنی روزمرہ زندگی میں بھی یعنی ہر طرح کے اُمور میں یادِ خدا کو فراموش نہ کریں۔

اگر دنیا میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں کہ جن کا سارا ہم و غم یادِ خدا ہو تو ہر طرح کا ظلم و جور، ناانصافی، جنگ، فساد وغیرہ خود بہ خود ختم ہو جائیں گے۔ اگر ایسے افراد پیدا ہو گئے تو ان کی حیات کو بھی حیاتِ طیبہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن حیاتِ طیبہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان فقط عبادت گزار ہو، نماز بجا لاتا ہو، روزہ رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ اور بقیہ اُمورِ زندگی سے قطع نظر کرلے بلکہ حیاتِ طیبہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں باہمی امتزاج پایا جاتا ہو۔

حیاتِ طیبہ سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک ملت اپنی ترقی اور فلاح بہبود کے لیے کوشش کر رہی ہے، معاشیات، سماجیات، تعلیم، ٹیکنالوجی وغیرہ جیسے میدانوں میں کام کر رہی ہے تو ضروری ہے کہ ساتھ ہی ساتھ اس ملت کے قلوب یادِ خدا سے مملو بھی ہوں، یعنی دنیاوی و اُخروی اُمور کے ساتھ ساتھ خدا سے رابطہ بھی برقرار رہے۔ یہی اسلامی حکومت کا ہدف ہے۔ یہی وہ ہدف ہے کہ جس کے لیے انبیائے کرامؑ کی طویل فہرست نازل کی گئی، اسلام نازل کیا گیا، قرآن نازل کیا گیا، مصلحانِ عالم نے بھی اسی ہدف کو بیان کیا۔ گذشتہ سوڈیڑھ سو برسوں میں مختلف اسلامی شخصیات نے بھی اسی جانب توجہ دلائی ہے۔

اسلام اور حیاتِ طیبہ

ہمارے تمام مشخص اہداف فقط ایک لفظ 'اسلام' میں سمٹے ہوئے ہیں۔ اسلام

فقط ایک عقیدے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کے معنی ہیں: حیاتِ طیبہ۔ جس وقت نظامِ اسلامی اور حیاتِ اسلامی کا ذکر آتا ہے تو اس وقت مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں بشری ضرورتوں اور اس کے کمال کے لیے تمام احکامات بیان کر دیے گئے ہیں یعنی یہ ایسا نظام ہے جس میں مادی اور معنوی و روحی تمام ضرورتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام نے اس کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ اگر معاشرہ اسلامی عقائد کا تابع ہو اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو تو اسلام ہر موقع پر اس معاشرے کا دفاع کر سکتا ہے۔

آج ساری دنیا فقط اسی وجہ سے ہماری دشمن ہے کہ ہم اسلام کے تابع ہیں:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

(سورۂ بروج ۸۵:۸)

"اور اُن کو مومنین کی صرف یہی بات بُری معلوم ہوئی کہ وہ لوگ اللہ پر ایمان لائے تھے جو زبردست اور سزاوارِ حمد و ثنا ہے"۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پُر آشوب دَور میں اگر ہم کو کوئی پناہ گاہ حاصل ہو سکتی ہے تو وہ فقط اسلام ہے۔ اسی اسلام کے دائرے میں رہ کر ہم اپنی شخصیت، کردار اور حیاتِ طیبہ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

اسلام میں انسانی رشد و کمال کے تمام عناصر کا وجود

اسلام کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کے رُشد و کمال کے تمام تر عناصر خواہ مادی ہوں یا معنوی، موجود ہیں یعنی اسلام میں خَلَقَ لَكُم مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعاً اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کا ایک کاریگر کا ہاتھ چومنا اور خود امیرالمومنینؑ کا کسبِ معاش کرنا پایا جاتا ہے۔

اسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسبِ معاش نہ کرے تو اس کی دعائیں مستجاب نہیں ہوتیں۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں کچھ لوگ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ پر تکیہ کرتے ہوئے خانہ نشین ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا: خدا تم لوگوں کی کوئی دعا مستجاب نہیں کرے گا۔ آخر تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟

رسول اکرم ﷺ نے ایسا کیوں فرمایا؟ اس لیے تاکہ معاشرہ معاشی اعتبار سے بھی وسعت پیدا کرے۔ اگر اوائلِ اسلام (جب اصحابِ صفہ مسجد میں زندگی بسر کر رہے تھے) اور اسلام کے پچاس سال کے بعد کی اجتماعی زندگی کا تقابل کیا جائے تو واضح فرق نظر آتا ہے۔ یہ بعد کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب معاشرہ ہر طرح کی معاشرتی، اقتصادی نعمتوں سے پُر تھا۔ ہر طرف خوش حالی تھی، ہر طرف ترقی و رشد تھا۔ یہ ترقی و رشد اسی بنا پر تھا کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے پر نظر رکھی ہے۔ مادی زندگی کے علاوہ روحانی اور معنوی زندگی کا بھی خیال رکھا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ــــ یا
وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ،

"یعنی دعا کرو تاکہ خدا تمھاری دعاؤں کو مستجاب کرے گا"۔

روحانی و معنوی زندگی فقط اور فقط قربِ خدا کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس لمحے انسان خدا سے غافل رہے گا اس لمحے اس کا قلب مُردہ ہو جائے گا اور روح مُردہ ہو جائے گی۔ اسی طرح جس لمحے اُسے قربِ خدا حاصل ہو جائے گا اس لمحے اس کے قلب و روح بھی زندہ ہو جائیں گے، ورنہ قلب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مر جائے گا اور ایک وقت وہ بھی آئے گا جب قلب، پتھر کی شکل اختیار کر لے گا۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ حدید ۵۷:۱۶)

''کیا ایمان داروں کے لیے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن کے لیے جو نازل ہوا ہے، اِن کے دل نرم ہوں''۔

اسلام جہاں مادی اور معاشی رشد و ترقی کی طرف ترغیب دلاتا ہے وہیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ معاشی اور مادی رشد و ترقی قربِ خدا اور رضائے خدا حاصل کرنے کے لیے کی جانی چاہیے۔ انسان کوئی بھی فعل انجام دے اس کے پیشِ نظر خدا اور یادِ خدا ہونی چاہیے۔ اسلام مادی اور معنوی و روحانی زندگی کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔

اسلام کسی ایک زمانے سے مختص نہیں

قرآن مجید میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ:۲)

''وہی تو ہے جس نے مکہ والوں میں انھیں کا ایک رسول (محمدؐ) بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے ہیں اور اُن کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں''۔

اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ دینِ خاتم اور رسولِ خاتم کے آنے سے بشر مکمل طور پر تزکیۂ نفس حاصل کرلے گا یا اُس نے یہ حاصل کرلیا ہے۔ اس سے مراد یہ بھی نہیں ہے کہ نزولِ قرآن کے بعد بشر، ظلم، شقاوت، ناانصافی کو یکسر خدا حافظ کہہ دے گا بلکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ طلوعِ اسلام کے بعد دنیا میں حتیٰ کہ اسلامی معاشرے میں دو تین دہائیاں گزرنے کے بعد بشریت پر ظلم ہوا،

بشر منحرف ہوگیا، باطل غلبہ پا گیا وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ رسولؐ کی بعثت کا ہدف نجات انسان ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ رسولؐ اور اسلام نے جو کچھ بھی بشریت کو عطا فرمایا، وہ ایک ایسا شفا بخش نسخہ ہے جو ہر زمانے کے مریض کے لیے دوا ہے۔ ایک ایسا نسخہ ہے جو جہالت، ظلم یا ناانصافی اور بداخلاقی جیسے تمام امراض کا علاج ہے۔

دوسرے تمام نسخوں کی طرح، اگر اس نسخے پر بھی عمل ہوگیا تو بشریت نجات پاسکتی ہے ورنہ وہی ہوگا جو کسی ڈاکٹر کے تشخیص کردہ نسخہ پر عمل نہ کرنے کی بنا پر ہوتا ہے۔ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے بہترین نسخے تجویز کرنے کے بعد اگر اس نسخے پر عمل ہی نہ ہوا جائے اور مرض سے افاقہ نہ ہو تو اس میں ڈاکٹر کی کیا خطا ہے؟

صدیاں گزر چکی ہیں، مسلمان قرآن مجید کو فراموش کر چکے ہیں، زندگی میں قرآن کے لیے کوئی مقام نہیں ہے، قرآن پر عمل نہیں ہو رہا ہے یا غلط تفسیر کر دی گئی ہے۔ قرآن کو اگر سمجھ بھی لیا گیا ہے تو اقدام کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی رسولؐ کے فرامین پر عمل نہ کیا جاتا تو کسی بھی صورت میں معاشرے کی حالت تبدیل نہ ہوسکتی تھی۔

اسلام اور عالمِ اسلام کے مسائل

عرب کے جاہل معاشرے میں پائے جانے والے اکثر مسائل آج دوبارہ عالمِ اسلام میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں یا بنا رہے ہیں۔ غربت، جہالت، پسماندگی، بداخلاقی، باہمی اختلافات آج کے مسلم ممالک کا خاصا ہیں۔ آج دنیا میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔ یہ ایک اتنی بڑی تعداد ہے کہ موجودہ دنیا میں اپنا تشخص قائم کرسکتی ہے، اپنی بات منواسکتی ہے لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ مسلمانوں

کے باہمی مسائل بجائے خود اتنے زیادہ ہیں کہ وہ انہی میں الجھے رہتے ہیں جب کہ اس ایک ارب آبادی میں علما بھی ہیں اور دانش ور بھی۔ کیا یہ افراد کیا کچھ نہیں کرسکتے؟ بہت کچھ کرسکتے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ تعلیمات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پر عمل کیا جائے۔

اسلام باعث عزت وافتخار

اسلام انسان کو عزت بخشتا ہے۔ انسان جب اپنے وجود میں عزت کا احساس کرتا ہے تو کسی بھی قیمت پر دوسروں کے آگے دست درازی نہیں کرتا، دشمن کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔

آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی مختلف استکباری طاقتیں خصوصاً امریکہ مختلف ممالک اور اقوام کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ فقط اور فقط ان محکوم ممالک اور اقوام میں عزتِ نفس کا نہ ہونا ہے۔ سب سے پہلے ان قوموں کو اسلام اور اپنی تاریخ وتہذیب سے دُور کیا جاتا ہے اور پھر ان کو باطل افکار وعقائد کا تابع بنا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی روش ہے جس پر ساری دنیا سے عمل کروایا جارہا ہے لیکن ایک ایسی قوم جس میں قلبی اور حقیقی ایمان پایا جاتا ہے کسی بھی قیمت پر ان شیطانی قوتوں کی پیروی نہیں کرتی اور اپنے معاملات ومسائل کو استقلالی طور پر خود حل کرتی ہے۔

اسلامِ محمدیؐ اور امریکی اسلام

بحمداللہ ہماری راہ ومنزل اسلامی ہے۔ ہمارا راستا وہ اسلامی راستا ہے جس سے دشمن ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے اور اس کے برعکس مظلوم وکمزور افراد پُرامید اور خوش رہتے ہیں۔ اسلام اگر فقط ظاہری اسلام رہ جائے تو دشمن کا آلۂ کار بن جاتا ہے۔ یہی وہ اسلام ہے جس کے بارے میں امام خمینیؒ نے بارہا کہا تھا کہ یہ امریکی

اسلام ہے۔ ہم اس ظاہری اسلام یعنی امریکی اسلام کو قطعاً قبول نہیں کرتے۔

اسلام محمدیؐ وہ اسلام ہے کہ ساری دنیا میں ابوجہلانہ طاقتیں اس سے خوف زدہ رہتی ہیں۔ اگر کسی جگہ اسلام سے ابوجہل اور ابوسفیان کی موجودہ طاقتیں خوف زدہ نہ ہوتی ہوں تو ہمیں ایسے اسلام کی طرف شک کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ اگر کہیں مظلوم اور ناتواں افراد اسلام کی طرف پُرامید نگاہوں سے نہ دیکھتے ہوں تو بھی ایسے اسلام کو اسلام نہیں کہا جاسکتا۔

موجودہ متمدن بشریت ایک مصلح اور عالم، مہدیؑ کے انتظار میں ہے۔ امام مہدیؑ کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ

یملأ اللّٰہ بہ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً (بحارالانوار، ج ۵۱، ص ۱۲)

"یعنی خداوند عالم امام مہدیؑ کے توسط سے دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح پُر کردے گا جس طرح ظلم وجور سے پُر ہوگی"۔

لہٰذا وہ اسلام جس میں عدل وانصاف کا مادہ نہ پایا جاتا ہو کس طرح بشریت کا منظور نظر بن سکتا ہے؟ بشریت اسی اسلام کی جانب قدم بڑھا سکتی ہے جس میں ظلم وجور و ناانصافی وغیرہ کا وجود نہ ہو اور ایسا اسلام وہی اسلام ہے جس میں مہدی موعودؑ کا تصور موجود ہو۔

یہی وہ راستا ہے جس کی طرف امام خمینیؒ نے بارہا اشارہ کیا تھا۔ ایسا راستا کہ جس میں اطمینان بھی پایا جاتا ہے اور اُمید بھی۔ لیکن یہ راستا بہ آسانی ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس کے لیے سعی وکوشش کی ضرورت ہے۔ اس راستا کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرب خدا حاصل کیا جائے۔

اسلام کی عادلانہ حاکمیت

حکومتِ اسلامی یعنی حکومت عدل و انصاف، ایک ایسی حکومت جو انسانی جسم کے ساتھ ساتھ روح، جذبات، اخلاق اور معنویات کے مواقع بھی فراہم کرتی ہو، اس معنی میں کہ دنیا و آخرت کو باہم لے کر چلے۔

حکومت اسلامی، ظلم کے مقابلے میں ہے، طاغوت کے مقابلے میں ہے۔ حکومت طاغوت یعنی حکومت فساد و بداخلاقی، حکومت ظلم۔ اس حکومت میں دین و دنیا کا ضیاع ہوتا ہے۔

انسانیت کو اسلامِ محمدیؐ کی ضرورت

اگرچہ آج دنیا بھر کے تمدن و فرہنگ اسلام سے بہرہ ور ہیں اور بے شک بشر کے درمیان موجود تمام صفات اور عالی مفاہیم ادیانِ الٰہی اور انبیائے کرامؑ نیز آسمانی وحی سے مستفید ہیں لیکن پھر بھی بشر کو معنویت، تعالیم و معارف اسلامی کی ضرورت ہے اور اسی وجہ سے روز بروز دنیا کے مختلف خطوں کے افراد اسلام کی دعوت کو قبول کر رہے ہیں۔

اسلامی انقلاب اور دنیا کی بیداری

موجودہ اسلامی انقلاب چونکہ خدا کے نام پر عالمِ وجود میں آیا ہے، لہٰذا ہمیشہ مختلف شیطانی قوتوں سے جنگ آزما ہے، چونکہ مظلوم اور ناتواں افراد کا حامی ہے، لہٰذا ظالم و استکباری طاقتوں سے نبرد آزما ہے، چونکہ انسانی اقدار کے لیے میدانِ عمل میں آیا ہے، لہٰذا ہمیشہ ان افراد کی مخالفت کا سامنا کر رہا ہے جو انسانی اقدار کے مخالف ہیں۔

اسلامی انقلاب دورِ حاضر کا ایک ایسا انقلاب ہے جس نے دنیا کو بیدار کیا ہے۔ اس سلسلے میں فلسطین اور شمالی افریقہ جیسے ممالک کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاں اسلام نے اپنا پرچم گاڑ دیا ہے۔

ایک زمانے سے کافر اور استکباری ثقافت و تہذیب کے مقابلے میں مسلمانوں کو کمزور اور ضعیف شمار کیا جاتا تھا لیکن آج اسلامی انقلاب کے رُونما ہونے کے بعد حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ کل تک جہاں لاکھوں مسلمان اپنی حکومتوں سے اپنا حق مانگتے ہوئے گھبراتے تھے آج اس انقلاب کی بدولت بلاخوف و خطر اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور حق طلبی کرتے ہیں۔

آج اسلامی ممالک میں مساجد آباد ہو گئی ہیں، نمازِ جمعہ کا اہتمام ہو گیا ہے لیکن کل تک ان مسجدوں میں فقط چند بوڑھے افراد ہی آیا کرتے تھے۔ اب مسجدوں میں فقط بوڑھے افراد نہیں بلکہ بڑی تعداد میں نوجوان اور جوان طبقہ بھی آتا ہے۔ یہ جمہوری اسلامی ایران کے موجودہ اسلامی انقلاب ہی کی برکات ہیں۔

بندہ خدا بندہ انسان نہیں ہو سکتا

بعض افراد خیال کرتے ہیں کہ نظریہ توحید زمانہ بعد از مرگ سے مربوط ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ توحید پر اعتقاد اور یقین قبل از موت یعنی عالمِ دنیا کی تعمیر اور اصلاح کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں ہمیں بلکہ ساری اُمتِ اسلامیہ کو اسی نظریہ اور اعتقاد پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ جس قدر ہم توحید اور عبودیتِ خدا کی سمت قدم بڑھائیں گے اتنا ہی دنیا کی شیطانی اور استکباری طاقتوں سے محفوظ تر ہوتے جائیں گے۔ جمہوری اسلامی ایران کی مسلمان ملت نے جس حد تک توحید خداوندِ عالم کو قبول کیا ہے اسی حد تک امریکہ اور دوسری استکباری طاقتوں کے شر سے محفوظ اور ان

کی غلامی سے آزاد ہے۔ یہ ہے توحید اور عبودیت خداوندی کا خاصہ۔

صرف مذہب اسلام ہی موجودہ دنیوی مسائل کا حل

اگر مذہب موجود نہ ہو تو دنیا میں فقط استکبار اور ظلم باقی رہ جائے گا۔ لہٰذا فقط دین ہی اس طرح کے مسائل و مشکلات کا حل ہے۔ آج تمام اسلامی ملتوں کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ اسلام کو اپنی آماجگاہ بنائیں اور اسلام کی حاکمیت کو قبول کریں۔ اتفاقاً اسلامی ملتوں کے علاوہ دوسری تمام ملتوں کے پاس ایسا کوئی عالی اور مقدس نظامِ حیات اور نظامِ حکومت نہیں ہے کہ جس کی طرف قدم بڑھائیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیشنلزم ان کی قبر بنتا جا رہا ہے، نیشنلزم نے بشریت کو کیا دیا ہے؟ ممکن ہے کہ نیشنلزم ایک مختصر سے عرصے کے لیے اطمینان، سکون اور جوش وغیرہ فراہم کردے لیکن اس کا نتیجہ نہایت بدتر ہے اور وہ ہے بشریت کا خاتمہ۔ خود ہمارے علاقے میں یہ کوشش کی گئی کہ اس علاقے کے مسلمانوں کو نیشنلزم کی بنیاد پر ایرانی، ترکی، عربی وغیرہ میں تقسیم کردیا جائے اور نہ فقط بین الاقوامی پیمانے پر بلکہ قومی پیمانے پر بھی یہ کوشش کی گئی، یہ ہے استعماری سازش۔

بحمداللہ اسلامی انقلاب نے کسی حد تک اس خطے کے ان مسائل کا سدباب کیا ہے کیونکہ ایک مناسب اور صحیح نظامِ حکومت اور نظامِ حیات ہی ملت کو اس طرح کے مسائل سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے ادیان و مذاہب اتفاقاً ایسا کوئی نظامِ حیات و حکومت نہیں رکھتے جو معاشرے کو ایک صحیح سمت میں لے جاسکے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اس طرح کے نظامِ حیات کے حامل ہیں۔

ہمارا یعنی مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ہم نظامِ اسلامی اور افکارِ اسلامی کی طرف ایک بار پھر پلٹیں تاکہ دنیا میں اپنا ایک مقام اور تشخص قائم کرسکیں۔ ایک ارب کی آبادی

کم نہیں ہوتی ہے۔ یہی آج کے موجود مسائل کا حل ہے اور یہی رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا بھی ہدف تھا اور اگر ایسا ہوگیا تو خلیج فارس میں موجودہ ہماری ان مخالف طاقتوں کو منھ چھپانے کی جگہ تک نہیں ملے گی۔

اسلام محور اصلی

محور اسلام ہے۔ ہمارا فریضہ ہے کہ فقط اسلام کی خاطر قدم اُٹھائیں اور اسلام کے نام پر آگے بڑھیں۔ آج جمہوری اسلامی، اسلام کا بنیادی مرکز ہے۔ آج سارے عالم اسلام کی نگاہیں جمہوری اسلامی (ایران) کی طرف لگی ہوئی ہیں جب کہ دوسری جانب نیشنلزم میں کشش تو درکنار لوگ اس سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن جمہوری اسلامی ہر شخص کو اپنی طرف جذب کر رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ ایمان، اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں ظلم، فساد، بداخلاقی سے جنگ اور آزادی و عدل و انصاف کی حمایت شامل ہے۔ اسی بنا پر اقوام عالم جمہوری اسلامی (نظام) کی طرف کھنچی چلی آرہی ہے۔

اسلامی معاشرہ لوگوں کی عزت کا سبب

اگر ہم خدا کی جانب قدم بڑھائیں گے تو خدا بھی ہماری نصرت کرے گا۔

من کان اللّٰہ کان اللّٰہ لہ (بحارالانوار، ج ۸۳، ص ۳۱۹)

"اگر ہم نے خالصتاً خدا کی راہ میں قدم اُٹھایا تو خداوند عالم بھی اپنے ارادے کو ہماری ترقی وارتقا میں قرار دے گا"۔

اور پھر ساری کائنات کے اصول وقوانین ہمارے ساتھ ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہوسکا تو ہم بھی دنیا کی دوسری اقوام کے مانند ہوکر رہ جائیں گے۔ اگر انسان خدا سے انس نہ رکھتا ہو، خدا کے لیے زندگی نہ گزارتا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ ایرانی ہو

یا پاکستانی، مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ یہ ضمانت ہمیں کون دے سکتا ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص اسلام پر اعتقاد رکھتا ہو اور کسی حد تک عبادت بھی انجام دیتا ہو تو اس کو دنیوی و اُخروی عزت حاصل ہو جائے گی جب کہ ہم نے دیکھا بھی ہے کہ گذشتہ صدیوں میں عزت و افتخار اسلامی ہمارے پاس نہیں رہا۔

آج بھی ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ ایسے افراد موجود ہیں جو مسلمان تو ہیں لیکن ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، کفار ان پر حاوی ہیں، امریکہ ان پر حکومت کر رہا ہے، مغربی دنیا کے نام نہاد متخصصین ان پر تجربات کر رہے ہیں، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان ہونا ہی کافی ہے تو ان سب کو باعزت و باافتخار زندگی بسر کرنی چاہیے جب کہ ایسا نہیں ہے۔

پس اس طرح کہنا چاہیے کہ انسان کو عزت و افتخار، اصل اور حقیقی اسلام سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ فقط ظاہری مسلمان ہونے سے۔ یعنی خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہو جانا ہی حقیقی مسلمان ہونے کے مترادف ہے۔

الاسلام ھو التسلیم (بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۳۰۹)

''یعنی سراپا تسلیم''۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

''دین یعنی خدا کے حضور سر تسلیم خم کر دینا''۔

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران:۸۵)

الغرض معاشرہ کے ہر فرد کے لیے خواہ عوام الناس میں سے ہو یا خواص میں سے، لازم ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں سراپا تسلیم ہو خاص طور پر معاشرے کے ذمہ دار افراد۔

مستقبل کا دور اسلام کا دور

ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج عالم اسلام میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی ہے اور مسلمان اسلام کی حاکمیت کو قبول کر رہے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک چاروں جانب مسلمانانِ عالم اسلام کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں۔

شیطانی اور استکباری حکومتیں کب تک بعض اسلامی ممالک کے جوانوں کو عبادت حج سے روک سکیں گی؟ کب تک مسلمانوں کو سفر مکہ و مدینہ سے باز رکھ سکیں گی؟ آج اسلام شمالی افریقہ اور بعض دوسرے اسلامی ممالک کے سیاسی حالات میں تبدیلی کا باعث بن رہا ہے۔ کیا ممکن ہے کہ ان ممالک کے مسلمانوں کو بھی حج جیسی عظیم عبادت سے روکا جا سکے گا؟ ہم حج اور زیارتِ حرمین شریفین کو اپنا مسلّم حق سمجھتے ہیں اور اپنی تمام تر قدرت و طاقت کے ساتھ اپنے اس حق کا آلِ سعود سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جنھوں نے ہمارے اس مذہبی حق پر تصرف کر رکھا ہے۔ ان شاء اللہ! ہم ایک دن آلِ سعود سے اپنا یہ حق چھین کر رہیں گے۔

موجودہ کفر یعنی استکبار کو سمجھ لینا چاہیے کہ آیندہ زمانہ اسلام کا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی بھی طاقت اسلام کی بڑھتی ہوئی قدرت اور عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ کر سکے گی۔

آیندہ عہد، عہدِ رسالت مآبؐ ہے
آیندہ عہد رحمتِ مہدیؑ جناب ہے

اسلام مسلمانوں کی خود شناسی کا سبب

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اسلام مخالف طاقتیں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور مسلمانوں کی روز افزوں بیداری سے متعلق باقاعدہ آگاہ ہو گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے

کہ ان لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام اُخلاقی اقدار سے ماورا ایک نظامِ حیات پیش کرسکتا ہے، یعنی اسلام فقط اُخلاقیات پر مبنی مذہب نہیں ہے۔

دشمنانِ اسلام نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام ہی تھا جس کی بنا پر ایران میں اسلامی انقلاب رُونما ہوا، اسلام کی بنیاد پر ہی ایک نظامِ حکومت کی بنا رکھی گئی، اس دین کی بنا پر ایک ملت آگاہ اور بیداری ہوئی یعنی وہ اسلامی قوت ہی تھی جس نے اس ملت کو ذلت اور غلامی سے نکال کر آزادی اور خود اعتمادی بخشی اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ سارے دنیاوی وسائل و ہتھیار ان مسلمانوں کے آگے بے معنی ہو کر رہ گئے۔

ہمارا سب کچھ اسلام کی برکت سے

ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسلام کی برکت سے ہے۔ ایران کا اسلامی انقلاب اسی اسلام کی برکت سے رونما ہوا۔ اگر ہمارے پاس ایمان و اسلام نہ ہوتا تو قطعاً ممکن نہ تھا کہ ظاہری اعتبار سے قوی اور طاقت ور شاہی حکومت کے مقابلے میں ہماری ملت استقامت کا مظاہرہ کر پاتی۔

انقلاب کے بعد، عوام کا ثبات قدم، جمہوری اسلامی کی گہرائی میں اُترتی جڑیں، مختلف جہات سے ترقی و ارتقا، ایران عراق کی جنگ میں ایران کی استقامت، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں ہماری فتح و کامیابیاں یہ سب کچھ اسی لیے ہوا کہ ہم راہِ حق کے مسافر ہیں۔ یہ سب کچھ اسلام اور اعتقادات اسلامی کا مرہونِ منت ہے۔ لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اپنی اس بیش بہا معنوی طاقت کی حفاظت کریں۔ ہماری روزمرہ زندگی میں، قول و فعل میں، معاشرہ میں، حکومتی پیمانے پر اس طاقت کا اظہار ہونا چاہیے۔ ہماری تمام تر توجہ دین پر ہونی چاہیے۔ ہمارے ذاتیات، ہمارے جذبات و خواہشات کسی بھی صورت میں دین پر حاوی نہیں ہونے چاہییں۔

ہماری روزمرہ زندگی، حکومت، معاشرے کے فیصلے اور اہداف کا معیار دینِ اسلام ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے مذکورہ روش اختیار کرلی اور باقی رکھ لی تب ہی ہم ترقی کر سکتے ہیں۔

البتہ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ یہاں اسلام سے مراد اسلامِ محمدیؐ ہے نہ امریکی اسلام، یعنی وہ اسلام جو مظلوم اور ستم رسیدہ عوام کی حمایت ہے نہ کہ طاقت ور اور سرمایہ دار افراد کا کھلونا۔ دنیا میں ایسے افراد بھی ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا اسلام، اسلامِ محمدیؐ نہیں بلکہ ابوجہل و ابولہب کا اسلام ہے، امریکی اسلام ہے۔ ایسے افراد کا اسلام سے فقط اتنا ہی سروکار ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کو کامیاب بنا سکیں، اسلام سے سوئے استفادہ کرسکیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسا اسلام ہے جس سے فقط سرمایہ دار اور صاحبِ ثروت افراد ہی کا فائدہ ہوتا ہے۔ ہم اس اسلام کو کسی بھی قیمت اور کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرتے۔

الغرض ہمارے پاس جو کچھ ہے اسلام کی وجہ سے اور اسلام کی برکت سے ہے، یعنی خدا پر توکّل و ایمان کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا قربِ خداوندی اور ارتباطِ خدا کو کسی بھی حال میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام، مسلمان قوموں کی راہِ نجات

اگر اقوامِ اسلامی کی ترقی وعروج کے راز کی جستجو کی جائے تو تمام تر تاریخی مطالعات کے بعد خود بہ خود واضح ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی وعروج فقط اور فقط اسلام پر منحصر ہے۔ دنیا کے کسی خطے کے مسلمان استکباری طاقتوں کے ذریعہ پیدا کی گئی مشکلات اور مسائل کا سامنا اس وقت تک نہیں کرسکتے جب تک راہِ اسلام کو نہ اپنالیں۔ جمہوری اسلام نے ایسا ہی کیا اور راہِ نجات حاصل کرلی۔

اسلامی انقلاب یعنی صالح افراد کی تربیت

جمہوری اسلامی کا انقلاب اسی لیے عالمِ وجود میں آیا ہے کہ صالح افراد پیدا کر سکے۔ انھیں صالح افراد کی بدولت ہمارا اسلامی انقلاب آج تک باقی ہے۔ ہماری قوم صالح ہے لیکن ابھی اس سمت میں ہمیں ایک طویل راہ طے کرنی ہے۔

احکامِ اسلامی کی پیروی

مسلمان ملت جس قدر اسلام کی پیروی کرے گی اسی حد تک دوام اور ترقی حاصل کر سکے گی۔ آج ساری دنیا بلکہ ہمارے مخالفین تک، کیوں ہماری خارجہ پالیسی کی تعریف کرتے ہیں؟ اسی لیے کہ ہماری خارجہ پالیسی احکامِ اسلامی پر مبنی ہے۔

اسلامی برکات

یہ اسلام ہی کی برکت تھی کہ ہم نے اپنے دشمن کو شکست دی ہے اور مایوس کیا ہے۔ اسلام ہی تھا جس کی بنا پر ہم نے دشمن کے مختلف النوع حیلوں کو اپنے پاؤں تلے روندا ہے۔ یہ بھی اسلام ہی کی برکت تھی کہ ایران میں انقلاب آیا اور ہم نے اپنی تمام مادی و معنوی ترقی و ارتقا کا آغاز کیا جو آج بھی جاری ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسلام کی وجہ سے ہے، اسلام کی برکت سے ہے، قرآن کی برکت سے ہے۔ ہمارے تمام مسائل و مشکلات کا حل بھی اسلام اور قرآن کی پیروی سے حاصل ہو جائے گا۔ عالمِ اسلام جس قدر اسلام سے نزدیک رہے گا اتنا ہی اس کی عزت میں اضافہ ہوگا اور مسلمان جس قدر متحد ہوں گے اتنا ہی اسلام سے استفادہ کا امکان بڑھ جائے گا۔

اسلامی عالمی استکبار کا شدید مخالف

امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں اچھی طرح سمجھ گئی ہیں کہ مذہب اور معرفتِ دینی

کی بقا کی موجودگی میں دنیا پر حکومت نہیں کی جا سکتی۔ ان استکباری قوتوں کی کامیابی اسی میں پوشیدہ ہے کہ دنیا کو دین و مذہب سے دُور رکھیں۔ عوام کو بے دین، بے عقیدہ، بے ایمان بنا دیں، ان سے مذہبی حمیت و غیرت چھین لیں۔ امریکہ جیسے ممالک ایسا ہی معاشرہ چاہتے ہیں، یہ جب بھی اور جہاں بھی دیکھتے ہیں کہ ایمان، عمل، جہاد وغیرہ کو رائج کیا جارہا ہے تو فوراً اس کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں، لہٰذا اگر عالم اسلام چاہتا ہے کہ ان استکباری طاقتوں کا مقابلہ کرے تو لازمی ہے کہ پہلے خود کو قوی کرے۔

قربِ خدا اور توکلِ خدا

ایک موحد اور خدا پرست قوم کا ارتقا اور دوام اس وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک وہ قربِ خدا اور توکل بر خدا کے قانون پر عمل پیرا ہے۔ اسی قوت نے ہمیں آگے بڑھنے کی طاقت عطا کی اور ہمیں کامیابی سے سرفراز کیا ہے۔

یہی الٰہی قوت تھی جس نے ہمیں دشمنوں پر غالب کیا، آٹھ سال تک ایران عراق جنگ میں ہمیں استقامت عطا کی، ہمارے داخلی اور خارجی مسائل کا تدارک کیا۔ ہمیں اقتصادی، سیاسی، سماجی مشکلات سے باہر نکالا۔ ہماری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو نہ جانے کب کا اپنی راہ فراموش کر بیٹھتا۔ یہی الٰہی قوت تھی کہ آج جس پر ہم فخر کر رہے ہیں اور باعزت زندگی گزار رہے ہیں۔

آج اسلام کے ماسوا دوسری کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو دنیا کی موجودہ شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک بار پھر خورشید اسلام نے سارے عالمِ اسلام پر نور افشانی شروع کر دی ہے، اور عالم اسلام، اسلام کے پرچم تلے ان شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کے لیے آمادہ ہو رہا ہے۔ یہ ایک اُمید بخش اور فرحت افزا اقدام ہے، اور ان شاء اللہ عالمِ اسلام کی یہ بیداری امریکہ اور اس کی

حلیف طاقتوں کو پسپا کردے گی اور دنیا کو نجات بخشے گی۔

آج تمام اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلامِ محمدیؐ سے قریب ہوں۔ اگر یہ حکومتیں واقعی اپنی عوام کی حامی ہیں تو فقط اسلامی احکام کی پیروی کے ذریعے ہی اپنی عوام کو نجات دلا سکتی ہیں کیونکہ فقط اسلام ہی عزت، افتخار، استقلال اور قدرت عطا کرسکتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی بنیاد الٰہی اقدار پر

جس وقت ایران کا اسلامی انقلاب رُونما ہوا اس وقت دنیا سے الٰہی اقدار کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مادیت نے انسانی زندگی کو مکمل طور پر اپنے شکنجے میں قید کرلیا تھا۔ آج اگر مشاہدہ کیا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ مادیت کی بنیادیں متزلزل ہوگئی ہیں۔ وہ انقلاب جس کی بنیاد مادیت پر رکھی گئی تھی یعنی مارکسزم اور سوشلزم آج ماضی کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔

انقلاب سے قبل ایسا نہیں تھا۔ اشتراکیت خود کو اس قدر قوی اور قدرت مند سمجھتی تھی کہ فقط اپنی قدرت پر ہی اکتفا نہیں کرتی تھی بلکہ افغانستان پر فوجی حملہ کردیا تھا تاکہ اس طرف سے بھی اشتراکی نظام کو وسیع کیا جاسکے۔ آج حالت یہ ہے کہ اشتراکیت میوزیم کا حصہ ہے اور بس۔ لطف اندوز بات تو یہ ہے کہ جن ممالک میں اشتراکی نظامِ حکومت رائج تھا وہاں اس نظام کی مخالفت کی باگ ڈور ان ہاتھوں میں تھی جو دین معنویت، خدا، عیسائیت کے پیرو تھے۔ یہ تھی ایران کے اسلامی انقلاب کی نورافشانی۔ جس وقت اسلامی انقلاب رُونما ہوا اس وقت اسلام کے بارے میں ایسا کوئی نظریہ نہیں تھا کہ اسلام ایک حیات بخش انقلاب بھی لاسکتا ہے، حتیٰ کہ اسلامی ممالک میں بھی اگر کسی انقلاب کی بنیاد رکھی جاتی تھی تو اشتراکیت پر، انقلابی یعنی

اشتراکی۔ دنیا والوں نے اپنے زعم ناقص میں اسلام کو کمزور اور ضعیف کردیا تھا۔ ظاہری حالات یہ تھے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کے ناطے خود پر فخر نہیں کرتا تھا۔ آج حالات مختلف ہیں، جہاں بھی کچھ مسلمان یک جا ہو جاتے ہیں، خواہ اقلیت میں ہی رہ کر، اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سب کب سے ہوا؟ اسلامی انقلاب کے بعد۔

اسلامی انقلاب کی دوسری خصوصیت یہ رہی ہے کہ ظاہری اور مادی طاقتیں، الٰہی اور معنوی اقدار کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ دنیا میں ایسے بہت کم افراد ہوں گے جو اس حقیقت سے آگاہ نہ ہوں۔ فقط وہی افراد اس حقیقت سے ناآشنا ہیں جو دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کا عمیق مطالعہ نہیں کرتے ہیں۔ استکباری طاقتوں کی اہم ترین کمزوری اور شکست یہی ہے کہ آج بھی ایران میں انقلاب، اسلام، اسلامی حکومت باقی ہے اور روز بروز رو بہ ترقی ہے۔

ایک اسلامی حکومت کا عالم وجود میں آنا اور روز بروز ترقی کرنا دنیوی طاقتوں کی شکست کی علامت ہے کیونکہ یہ طاقتیں کسی بھی صورت میں اسلامی حکومت کے وجود کو برداشت نہیں کرسکتیں۔ دنیوی طاقتوں کی تو ہمیشہ خواہش ہی یہ ہوتی ہے کہ اسلامی اور معنوی نظام حکومت کو جس طرح ممکن ہوسکے، نیست و نابود کردیں۔ ان شیطانی طاقتوں کی لاکھ کوششوں کے باوجود آج بھی اسلامی انقلاب اور پیام اسلام اپنے مقام پر باقی ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ ایشیا، افریقہ اور دنیا کے دوسرے ممالک اس کی واضح مثالیں ہیں یعنی دشمنانِ اسلام میں اسلام سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

معنویت اور نظامِ جمہوری اسلامی

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب معنویت اور روحانیت دنیا بھر

کو محیط ہوگی۔ ناممکن ہے کہ امریکہ اور اس کے مانند دوسری طاقتیں دنیا سے الٰہی اقدار کو ختم کردیں۔ امریکہ، جمہوری اسلامی کی تمام تر مخالفت کے باوجود اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہمارا اسلامی نظام حکومت اپنی اسی آب و تاب کے ساتھ باقی رہے گا جس آب و تاب کے ساتھ موجودہ حالت میں ہے بلکہ اس کی ضوفشانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا جیسا کہ آج تک ہوتا رہا ہے۔ امریکہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود اسلامی نظام نے ہر امریکی حملے کا پوری شدت سے جواب دیا ہے۔

maablib.org

فصلِ ششم

مناجات و استغفار

maablib.org

استغفار

توبہ انسان کو حقارت اور ذلت سے نجات بخشتی ہے۔ توبہ دلوں کو پاک کرتی ہے۔ دل یعنی جان یعنی روح یعنی حقیقت انسان۔ دل نہایت نورانی شے ہے۔ ہر انسان نورانی ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر انسان کا خدا سے رابطہ منقطع ہو جائے تب بھی اس کی ذات اور اس کے جوہر میں نور باقی رہتا ہے۔ صرف ہوتا یہ ہے کہ گناہوں اور ہوا و ہوس کی بنا پر دل غبار آلود ہو جاتا ہے۔ توبہ اس غبار کو صاف کر کے دل کو نورانیت بخشتی ہے۔

توبہ یعنی طلب مغفرت اور گناہوں سے استغفار۔ توبہ اگر اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ کی جائے تو انسان کے اُوپر برکات الٰہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ گناہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کے درمیان حجاب کا کام کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اُوپر سارے الٰہی دروازے بند ہو جاتے ہیں، نہ رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے نہ ہدایتِ الٰہی، نہ توفیق الٰہی حاصل ہوتی ہے اور نہ فضلِ خدا۔ توبہ اس حجاب کو ختم کرنے کا باعث ہوتی ہے اور نتیجتاً رحمت و فضلِ خدا کا دروازہ ہمارے اُوپر کھل جاتا ہے۔ یہ ہیں توبہ کے فائدے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر توبہ کے لیے کبھی دنیاوی اور کبھی اُخروی فوائد شمار کرائے گئے ہیں، مثلاً:

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ

عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا (سورۂ ہود: ۵۲)

توبہ یعنی خدا کی طرف بازگشت۔ یہ ایک اہم ترین نعمت الٰہی ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کے لیے بابِ توبہ کھول دیا ہے تاکہ اس کے بندے راہِ کمال و سعادت میں پیش قدمی کرتے رہیں اور گناہ اس راہ میں مانع نہ ہو سکے۔ کیونکہ گناہ انسان کو اس کے اعلیٰ مقام سے پستی میں لاکھڑا کرتا ہے۔ ہر گناہ روحِ انسان اور معنویت انسان پر ایک ضرب کے مانند ہوتا ہے جس سے روح کی شفافیت مکدر ہو جاتی ہے۔ گناہ کے ذریعے انسان و حیوانات کے درمیان پایا جانے والا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

معنوی جنبہ کے علاوہ گناہ انسان کی زندگی میں دوسری بہت سی رکاوٹیں بھی کھڑی کر دیتا ہے۔ نہ جانے کتنی کامیابیاں گناہوں کی انجام دہی کی وجہ سے ناکامیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ سب صرف زبانی یا تعبدی باتیں نہیں ہیں بلکہ انھیں علمی، فلسفی اور نفسیاتی طور پر بھی ثابت کیا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر جنگِ اُحد میں چند مسلمانوں کی کوتاہی اور تقصیر کی بنا پر فتح اوّلیہ، شکست میں تبدیل ہو گئی تھی یعنی مسلمان پہلے مرحلہ میں فتح حاصل کر چکے تھے لیکن ان چند لوگوں کی بنا پر جنھیں رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کے درے میں معمور کیا تھا اور انھوں نے رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی، مسلمان مشکلات کا شکار ہو گئے تھے۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مقررہ جگہوں سے مسلمانوں کی حفاظت کرو لیکن یہ لوگ مالِ غنیمت کے لالچ میں اپنی اپنی کمین گاہوں کو چھوڑ کر میدان میں آگئے اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

سورۂ آلِ عمران میں قریب قریب دس یا بارہ آیتیں اسی شکست سے متعلق ہیں۔ چونکہ مسلمان روحانی اعتبار سے نہایت تلاطم اور کشمکش کا شکار تھے، لہٰذا یہ شکست ان پر بے حد ناگوار گزری تھی۔ قرآنی آیتیں جہاں ان کے اطمینانِ قلبی کا باعث ہوتی تھیں

وہیں ان کی ہدایت بھی کرتی جاتی تھیں۔ ساتھ ساتھ انھیں یہ بھی باور کراتی جاتی تھیں کہ اس شکست کی وجہ کیا تھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ (آل عمران:۱۵۵)

''ان لوگوں کو ان کاموں کی بنا پر جو یہ پہلے بھی انجام دے چکے تھے، شیطان نے بآسانی صراط مستقیم سے منحرف کردیا، یعنی انجام شدہ گناہوں نے اپنا اثر میدان جنگ میں دکھایا''۔

یعنی تم نے دیکھا کہ تم میں سے بعض افراد نے دشمن کو پشت دکھا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمھیں شکست ہوگئی۔ یہ لوگ پہلے ہی سے ایسا کرنے کے لیے آمادہ ہو چکے تھے۔

اسی مذکورہ سورہ میں ایک دوسری آیت ایک دوسرے انداز سے اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ قرآنِ کریم درحقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر تم جنگ اُحد میں شکست کھا گئے تو یہ کوئی تعجب و حیرانی کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ سب زندگی کے معمولات ہیں۔ تم سے پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے:

وَ کَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ فَمَا وَ ھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَکَانُوْا (آل عمران:۱۴۶)

قرآن مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

''آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ تم سے پہلے بھی خدا کے نبیوں کو میدانِ جنگ میں مشکلات و شکست کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن وہ تو ہراساں و پریشاں نہیں ہوتے تھے''۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا (آل عمران:۱۴۷)

یعنی گذشتہ زمانوں میں جب اصحاب انبیا مشکلات و مسائل کا شکار ہوتے تھے تو پروردگار کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کہتے تھے:

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا

''پروردگار ہمارے گناہوں اور ہمارے ذریعے کی گئی زیادتیوں اور غفلتوں کو معاف فرما''۔

یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مشکلات و مسائل ہمارے ذریعے انجام دیے گئے گناہوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے ذریعے نازل کی گئی اہم ترین نعمت یعنی مغفرت سے استفادہ کریں۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے کوئی قبیح فعل انجام دیا اور اس پر بعد میں پشیمان ہوئے تو تمہارے لیے استغفار اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ گناہ کی مثال کسی بیماری یا علالت کی سی ہے۔ انسان بیماری سے بہت کم محفوظ رہ پاتا ہے۔ گناہ بھی ایک مرض کی طرح کا ہے۔ اگر انسان اس مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ باب توبہ و استغفار کی طرف آئے۔ اگر انسان اس طرف آ گیا تو خداوند عالم اتنا غفار ہے کہ اس گناہ گار انسان کو بخش دے گا۔

صحیفہ سجادیہ کی پینتالیسویں دعا میں امام سجادؑ خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

انت الذی فتحت لعبادك بابا الی عفوك،

''یعنی تو ہی ہے جس نے اپنے بندوں کی طرف عفو و مغفرت کا

دروازہ کھول رکھا ہے"۔

وسمیته التوبة،

"جس کا نام تو نے باب توبہ رکھا ہے"۔

وجعلت علی ذٰلك الباب دلیلًا من وحیك لئلا یضلّوا عنه،

"قرآن و وحی سے ایک راہنما بھی اس دروازے پر قرار دے رکھا ہے تاکہ تیرے بندے اس سفر میں منزل سے بھٹک نہ جائیں"۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

فما عذر من اغفل دخول ذٰلك المنزل بعد فتح الباب لاقامة الدلیل

"یعنی اب اس کے بعد انسان کے لیے کیا دلیل بچتی ہے کہ اس باب توبہ اور مغفرت الٰہی سے فیض یاب نہ ہو"۔ راہِ مغفرت الٰہی، یعنی استغفار۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

ان اللّٰه تعالٰی یغفر للمذنبین الا من لا یرید ان یغفرله،

"یعنی خداوندِ عالم گناہ گاروں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے مگر ان گناہ گاروں کے علاوہ جن کو خدا بخشنا نہیں چاہتا"۔

اصحاب نے سوال کیا:

یارسولؐ اللّٰه من الذی یرید ان لا یغفر له؟

"یارسولؐ اللہ! وہ کون ہے جس کو خدا بخشنا نہیں چاہتا؟"

قال من لا یستغفر،

"یعنی وہ جو استغفار نہیں کرتا"۔

پس استغفار بابِ توبہ و مغفرت کی چابی ہے۔ استغفار کے ذریعے ہی مغفرت الٰہی کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

غفلت استغفار کی راہ میں پہلی رکاوٹ

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس نعمتِ الٰہی یعنی استغفار تک دسترس حاصل کریں تو ضروری ہے کہ دو صفتوں کو خود سے دُور کریں۔ پہلی غفلت و بے توجہی اور دوسری غرور و تکبر۔ غفلت یعنی یہ کہ انسان اصلاً متوجہ ہی نہ ہو کہ اس سے گناہ سرزد ہو رہا ہے۔ ایسے بہت سے افراد پائے جاتے ہیں جو گناہ پر گناہ انجام دیتے جاتے ہیں اور انھیں اپنے اس قبیح فعل کا احساس تک نہیں ہوتا۔ دروغ، غیبت، الزام تراشی وغیرہ اسی طرح کے گناہ ہیں۔ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انھیں متوجہ بھی کرایا جائے تو تمسخرانہ انداز میں قہقہہ بھی لگاتے ہیں۔ گناہ؟ گناہ کیا کیا؟ ایسے افراد اصلاً ثواب و عذاب کے ذرہ برابر بھی معتقد نہیں ہوتے۔ بعض دوسرے ثواب و عذاب کے معتقد تو ہوتے ہیں لیکن مکمل طور پر غفلت اور بے توجہی کے اس قدر شکار ہوتے ہیں کہ اپنی ذات سے صادر شدہ فعل کا احساس بھی نہیں کرپاتے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی ذرا سا جھانکنے کی کوشش کریں تو بآسانی واضح ہوجائے گا کہ ہماری زندگی بھی کم و بیش ایسے ہی حالات سے دوچار ہوتی ہے۔ غفلت ایک بہت خطرناک شے ہے۔ شاید انسان کے لیے غفلت سے بڑا دشمن اور خطرناک شے کوئی نہ ہو۔ غافل انسان کسی بھی قیمت پر استغفار نہیں کرتا ہے۔ اس کی ساری زندگی گناہوں میں بسر ہوجاتی ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہو پاتا۔ فقط خوابِ غفلت کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے اور بس۔

قرآن کریم نے غفلت کے مد مقابل تقویٰ کو پیش کیا ہے۔ تقویٰ یعنی ہمیشہ اور ہر حال میں متوجہ رہنا۔ غافل شخص سینکڑوں گناہ کرنے کے بعد بھی اپنے گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں متقی و پرہیزگار شخص ہے جہاں چھوٹا سا گناہ اس سے سرزد ہوا فوراً اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور جلد از جلد اس کی تلافی کی فکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا

(اعراف:۲۰۱)

''اگر شیطان متقی افراد کے پاس سے گزر بھی جاتا ہے تو یہ لوگ فوراً متوجہ ہو جاتے ہیں''۔

فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (اعراف:۲۰۱)

''ایسے ہی لوگ بابصیرت ہوتے ہیں''۔

غرور و تکبر استغفار کی راہ میں دوسری رکاوٹ

انسان جہاں ذرا سا کوئی چھوٹا سا کام انجام دے لیتا ہے فوراً مغرور ہو جاتا ہے۔ صحیفہ سجادیہ کی چھیالیسویں دعا میں ایک جملہ ہے:

والشقا الاشقاء لمن اغتربك،

''شقی ترین شخص وہ ہے جو تیرے سامنے غرور و تکبر سے پیش آئے''۔

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جہاں کوئی کار خیر انجام دیا، فوراً یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم نے خدا سے اپنا حساب بے باق کر دیا۔ اب ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں

ہے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ زبان تک نہ آئے لیکن دل میں تو بارہا آتا ہے اور یہی غرور ہے۔

خدا نے اگر ہمارے لیے بابِ توبہ فراہم کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کبھی کبھی یہی گناہ انسان کے وجودِ حقیقی کو بھی ضائع کر دیتے ہیں اور اس کو حیاتِ انسانی کے عالی مراتب سے ایک پست ترین حیوان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

ضروری نہیں ہے کہ انسان ایک مدت تک گناہوں میں غرق رہے جب ہی گناہوں کا احساس کرسکتا ہے بلکہ گناہ، گناہ ہے خواہ ایک گناہ ہو یا گناہوں کا انبار۔ گناہ کو قطعاً حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ روایت میں استحقار الذنوب کے عنوان سے ایک باب ہے جس کے تحت گناہوں کو حقیر فرض کرنے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ خدا کے مغفرت کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا وہ معاف کرے گا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعے خدا تک واپس آسکتا ہے اور خدا تک پہنچنا نہایت اہم ہے کہ روایات میں جس کے لیے نہایت تاکید کی گئی ہے۔

بہرحال حقیقتاً وہی استغفار قابلِ ستائش ہے جو حقیقی اور دل کی گہرائیوں سے ہو۔ زبان سے توبہ اور استغفار کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ استغفار کی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ پر شرمندہ ہو اور آیندہ گناہ نہ کرنے کا قوی ارادہ رکھتا ہو۔ روایت میں وارد ہوا ہے:

من استغفره بلسانه ولم يندم بقلبه فقد استحضری بنفسه

"یعنی جو شخص زبان سے استغفار کرے اور دل سے شرمندہ اور

نادم نہ ہو ایسا شخص درحقیقت اپنے نفس کی تضحیک کرتا ہے، یہ استغفار نہیں ہے۔

استغفار سے مراد یہ ہے کہ انسان واقعی خداوندِعالم کی طرف رسائی کرے اور اس کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے۔

دعا، ایمان کو قوی بنانے والی اور الٰہی وعدوں کی تکمیل کا سبب

دعا انسان کو خدا سے نزدیک کرتی ہے۔ معارف دینی کو انسان کے دل میں اثرپذیر اور قائم رکھتی ہے۔ دعا ایمان کو قوی کرتی ہے، یعنی دعا کئی زاویوں سے برکتوں اور رحمتوں کی حامل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بارہا دعا اور بندگانِ صالح کی طرف کی گئی دعاؤں سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ انبیائے الٰہی مسائل و مشکلات کے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے۔ خدا سے مدد کی التماس کرتے تھے۔

فدعا ربه انی مغلوب فانتصر

جو حضرت نوح علیہ السلام سے منقول دعا ہے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن فرماتا ہے:

فدعا ربه ان هؤلاء قوم مجرمون

قرآنِ کریم میں خداوند عالم نے متعدد آیتوں میں دعاؤں کی قبولیت اور استجابت کا وعدہ فرمایا ہے: مثلاً:

وقال ربكم ادعونی استجب لكم،

''یعنی تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعاؤں کو مستجاب کروں گا''۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وسئلوا اللّٰہ من فضلہ ان اللّٰہ بکل شئی علیماً

"اگرچہ خدا عالم ہے اور ہماری حاجتوں سے آگاہ بھی ہے مگر اس کے باوجود تم خدا سے طلب کرو"۔

دعائے ابوحمزہ ثمالی میں امام سجادؑ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

ولیس من صفاتك یا سیدی ان تامر بالسوال و تمنع العطیۃ

"پروردگار تیری یہ صفت نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو طلب کرنے کا حکم دے اور ان کے طلب کرنے پر انھیں عطا نہ کرے"۔

یعنی خدا کے کرم اور اس کی قدرت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ کہتا ہے کہ مجھ سے طلب کرو تو درحقیقت اس نے ارادہ کرلیا ہے کہ استجابت بھی کرے۔

واذا سئلك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

یعنی جب بھی میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اے پیغمبر! آپ کہہ دیجیے کہ میں ان کے قریب ہی ہوں ان کی دعاؤں کو سنتا اور استجاب کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص خدا سے کچھ طلب کرتا ہے تو فوراً اس کو حاصل ہوجاتا ہے"۔

بکل مسئلۃ منك سمع حاضر و جواب عتید

یہ خدا کا قطعی اور سچا وعدہ ہے یعنی خدا ہر طلب و دعا کا جواب دیتا ہے لیکن اس وعدے کے ساتھ کچھ شرائط بھی ہیں جن میں سے ایک عمل صالح ہے:

من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہ

قرآن مجید میں خدا نے اپنے بندوں سے جابجا وعدے فرمائے ہیں۔ مثلاً:

انا لا نضیع اجر من احسن عملًا

''جو شخص کار خیر انجام دیتا ہے خدا اس کی جزا اور اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے''۔

ایک جگہ فرماتا ہے:

من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها ما نشاء لمن یرید

''اگر کوئی انسان دنیا کو اپنا ہدف بنا لے تو ہم اس کے ہدف تک رسائی میں اس کی مدد کرتے ہیں''۔

لیکن کب؟ جب وہ کوشش کرے، جستجو کرے، اقدام کرے اور آگے بڑھے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا (بنی اسرائیل:۱۹)

''جو لوگ آخرت کی خواہش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں سعی و کوشش کرتے ہیں ہم ان کی بھی مدد کرتے ہیں''۔

ایک آیت میں دنیا کا تذکرہ ہے اور دوسری میں آخرت کا اور دونوں میں شرط یہ ہے کہ سعی و کوشش کی جائے۔ اگر انسان سعی و کوشش کرے تو خداوند عالم یقیناً اسے اس کے مقصد تک پہنچاتا ہے۔ یہ سنت الٰہی ہے، خدا کسی کی بھی زحمتوں اور کوششوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

خداوند عالم ایک دوسری آیت میں یوں وعدہ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:۵۵)

"کوئی بھی قوم اگر عملِ صالح انجام دے تو خدا اس قوم کو زمین پر خلیفہ بنا دے گا ساری زمین کی قدرت اس قوم کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ عملِ صالح بھی ہو ورنہ فقط ایمان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ فقط ایمان سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا"۔

ایک دیگر آیت کریمہ میں خداوندِ عالم وعدہ فرما رہا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۶۹)

یعنی "اگر کوئی راہِ خدا میں قدم اٹھائے تو خدا یقیناً اس کی رہنمائی کرے گا"۔

البتہ ضروری نہیں ہے کہ دعا ہمیشہ معجزاتی طور پر قوانینِ الٰہی کو توڑتی ہوئی مستجاب ہو بلکہ دعا کا خاصہ ہے کہ دعا قوانینِ طبعی کے دائرے میں قبول ہوتی ہے۔ وعدۂ خدا حق ہے لیکن یہ وعدہ بھی حق ہے کہ اگر انسان اپنے ہدف تک رسائی کے لیے عملی اقدام نہ کرے اور فقط بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتا رہے تو دعا قبول نہیں ہوگی۔ ہوسکتا ہے کسی اور وجہ سے مستجاب ہوجائے لیکن استجابت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ قوانین طبیعی کے برخلاف دعا کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا قوانین طبیعی کی مخالفت کے باوجود بھی قبول ہوجاتی ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ جب دعا دل کی گہرائیوں اور پوری توجہ کے ساتھ کی جائے اور اگر ایسی دعا میں عملی اقدام بھی شامل ہوجائے تو دعا کی استجابت کے امکانات نہایت روشن ہوجاتے ہیں۔ ساتھ ہی اگر قدرتِ خدا سے مایوس نہ ہوتے ہوئے مستقل دعا کی جاتی رہے تو بھی قبولیت دعا قوی ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اگر بار بار دعا کرنے پر بھی کوئی حاجت پوری نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ خاص طور پر ملک و قوم سے متعلق مسائل میں۔

جس وقت فرعون کی ظالمانہ اور استکباری حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ گرامی نہایت شش و پنج میں مبتلا تھیں کیونکہ یہ واضح اور مسلّم تھا کہ اس ملک میں پیدا ہونے والا ہر لڑکا قتل کر دیا جائے گا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جگہ کوئی لڑکی پیدا ہوئی ہوتی تو آپ کی والدہ قطعاً پریشان نہ ہوتیں۔ بہرحال ایک طرف ماں کی محبت اور دوسری طرف فرعون کا حکم۔ اسی دوران میں خدا کی جانب سے مادرِ موسیٰؑ پر وحی ہوئی:

واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ

''یعنی ہم نے مادرِ موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ موسیٰؑ کو دودھ پلائیں''۔

فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم

''پس اگر خطرہ محسوس کرو تو صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کرو''۔

خداوندِ عالم نے قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر یہ واقعہ نقل کیا ہے اور ہر بار ایک نئی ظرافت اور لطافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ الغرض مادرِ موسیٰؑ نے خطرے کا احساس کرتے ہی بچے کو دریائے نیل کے حوالے کر دیا۔ عجیب و غریب کیفیت ہے کہ ایک ماں اپنے نومولود بچے کو دریا کے حوالے کر دے لیکن خدا نے مادرِ موسیٰؑ سے اس طرح فرمایا:

انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین

اس آیہ کریمہ میں خدا نے مادرِ موسیٰؑ سے دو وعدے فرمائے:

پہلا یہ کہ ہم اس بچے کو واپس کر دیں گے اور دوسرا یہ کہ اس بچے کو مرسلین میں سے قرار دیں گے۔ جب بچے کو دریا میں بہا دیا گیا تو خواہرِ موسیٰؑ سے کہا:

وقالت لاخته قصيه

''جاؤ دیکھو کیا ہو رہا ہے!''

جیسے ہی صندوق فرعون کے محل کے نزدیک سے گزرا:

فالتقته آل فرعون

''فرعون کے خانوادے نے صندوق باہر نکال لیا''۔

اُدھر خدا نے خانوادۂ فرعون کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس بچے کی پرورش کرے۔ فرعون کی زوجہ، آسیہ نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوگا اگر ہم اس بچے کی پرورش کرلیں۔

قرة عينی لی ولك وحرمنا عليه المواضع

بچے نے دودھ پینے سے انکار کر دیا، لاکھ کوشش کی گئی مگر جناب موسیٰؑ نے دودھ نہیں پیا۔ اس دوران خواہرِ موسیٰؑ آگے بڑھیں اور کہا:

هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه لكم

''آیا میں ایسے گھرانے کی نشان دہی کروں جو تمھارے لیے اس بچے کی پرورش کردے''۔

اگر خداوندِ عالم ارادہ کرلے تو اس طرح حالات و کوائف کو کسی کے بھی حق میں ڈھال دیتا ہے۔ خواہرِ موسیٰؑ کو اس بات پر مامور کردیا کہ وہ اپنے اندر شجاعت پیدا کرے اور فرعون کے محل تک آجائیں اور فرعون کے سامنے اس طرح کی تجویز رکھیں۔ فرعون نے مثبت جواب دے دیا۔ خواہرِ موسیٰؑ گئیں اور مادرِ موسیٰؑ کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ جیسے ہی موسیٰؑ نے اپنی ماں کی خوشبو محسوس کی فوراً دودھ پینا شروع کردیا۔ یہ ہے قدرتِ خدا! فرعون اور فرعونیوں کے ذہن و گمان میں قطعاً ایسی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی کہ یہی موسیٰؑ کی حقیقی ماں ہوسکتی ہے۔ خدا اس طرح اپنا وعدہ پورا کرتا ہے:

فرددناہ الی امہ

''ہم نے اس بچے کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا''۔

کی تقر عینھا ولا تحزن

''تا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک انھیں حاصل ہو جائے اور وہ غم زدہ نہ ہوں''۔

ولتعلم ان وعد اللّٰہ حق

''ساتھ ہی یہ بھی جان لیں کہ خدا کا وعدہ حق رہتا ہے''۔

یہ وہ وعدہ ہے جس کو خود مادر موسیٰؑ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن

دوسرا وعدہ:

وجاعلوا من المرسلین

یہ وہ وعدہ تھا جو مادر موسیٰؑ سے بعثت موسیٰؑ کے متعلق کیا گیا تھا جو برسوں کے بعد محقق ہونے والا تھا۔ اس وعدہ کے تحت جناب موسیٰؑ بطور رسول مبعوث ہونے والے اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و جور سے نجات دلانے والے تھے۔ تاریخی مسلّمات کی رُو سے یہ وعدہ بھی تقریباً چالیس سال کے بعد پورا ہوا اور جناب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو راہِ نجات کی طرف ہدایت فرمائی۔

خدا اپنے وعدے سے اس طرح پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ خداوندِ عالم مسلمانوں کو فاتح و ظفریاب دیکھنا چاہتا ہے لیکن کب؟ اسی وقت جب مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔ اُٹھیں اور اس سلسلہ میں سعی و کوشش کریں۔ وعدۂ الٰہی یہ ہے کہ اگر کوئی قوم راہِ خدا میں جہاد کرے اور باایمان بھی ہو تو یقیناً فتح یاب ہوگی۔

ولما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ ورسولہ

جس وقت جنگ احزاب میں قریش، ثقیف، یہودیوں اور دوسرے مختلف گروہوں نے ایک ساتھ مدینے کا محاصرہ کرلیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کردیا تھا اس وقت خود مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک گروہ مومنین پر مشتمل تھا اور دوسرا غیر مومنین پر۔ غیر مومنین کہہ رہے تھے:

ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ الا غروراً

"ہم فریب کھا گئے ہیں۔ اسلام ہمارے امن و امان اور عزت کی حفاظت نہیں کرسکا"۔

دوسری طرف مومنین کا گروہ تھا جو یہ کہہ رہا تھا:

ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ

یعنی یہ وہی وعدہ ہے جو خود خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے کیا تھا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (سورۂ نساء:۷۶)

"وہ لوگ جو مومن ہوتے ہیں راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے راہِ طاغوت میں جہاد کرتے ہیں"۔

اگر مسلمان میدانِ جنگ میں ڈٹا رہے اور خدا کی قدرت سے مایوس نہ ہو تو یقیناً فتح اسی کی ہوگی لیکن اگر مایوس اور پسپا ہوگیا تو وعدۂ خدا بھی بہرحال پورا نہیں ہوگا۔ پس اگر دشمن حملہ کرے تو تعجب کا مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو وعدۂ الٰہی ہے جو پورا ہورہا ہے:

ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ ورسولہ ما زادھم الا ایماناً وتسلیماً

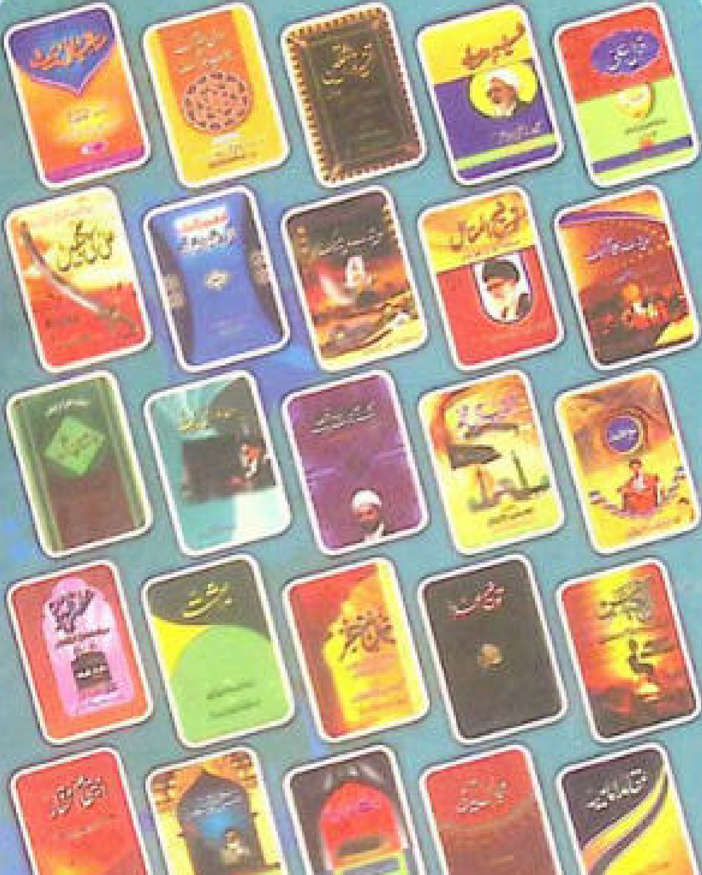

ادارہ منہاج الصالحین لاہور